ماہنامہ

آن لائن ایڈیشن

نکتہ

جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 3 فروری 2016ء

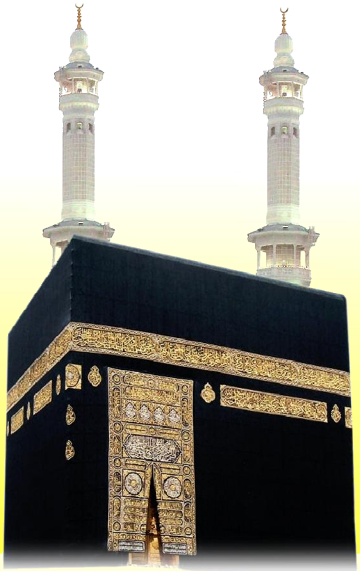

ایک چیز کے معنی ومفہوم کی تحدید ہوئے بغیر اس کی تعریف یا مذمت کی گردان ہونے لگ جائے تو عموماً یہ کسی فکری واردات کا سبب بن جاتی ہے۔ ’فرقہ واریت‘ ایسی ہی ایک اصطلاح ہے جس کی مذمت کا ڈھنڈورا بہت پیٹا جاتا ہے مگر اس کا مطلب بہت کم لوگ بتا سکتے ہیں۔ یا یوں کہیے جس کی مذمت کرنے پر سب کو لگا دیا گیا ہے مگر اس کے مفہوم کا تعین چند لوگوں کا کام ہے! ’فرقہ واریت‘ کو آج تک کوئی شخص اچھا کہتے نہیں سنا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس کا معنی کون متعین کرے؟ تفرقہ کی مذمت قرآن میں کی گئی ہے۔ احادیث میں اس کی شناعت بیان ہوئی ہے۔ مگر قرآن اور احادیث کے اندر کیا یہ اسی معنی میں مذموم ہے جس معنی میں اس کی مذمت ہمارا میڈیا کرتا ہے اور جس معنی میں اس کی مذمت ہمارے عوام اور خواص کے یہاں ہوتی ہے یا پھر تفرقہ سے قرآن اور احادیث کی مراد اس سے مختلف ہے جو تفرقہ کے لفظ سے یہاں ہمارا معاشرہ مراد لیتا ہے؟

آن لائن ایڈیشن

ماہنامہ نکتہ

جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 3 فروری 2016ء

سید عبدالوہاب (مدیر اعلیٰ)
جاوید اقبال (مدیر)
احسان رانا (مدیر)

مجلس مشاورت
(حافظ انیس الرحمٰن، عبیداللہ شاہ، عارف شیرازی)

فہرست

اداریہ	امت اور فرقہ	2
یہاں سب بکتا ہے	شاہد محمود	6
بچے قرآن اور ہماری ذمہ داری	سید عبدالوہاب شیرازی	8
دنیا کے سب سے بڑے راز		11
تدبیر، ردعمل اور ہیجانی تقاریر	سید عبدالوہاب شیرازی	14
انسانی جسم سے متعلق دلچسپ معلومات	ڈاکٹر ظہور احمد	18
ہم کس دور میں موجود ہیں	سید عبدالوہاب شیرازی	20
فرقہ واریت کیا ہے	حامد کمال الدین	24
اللہ تو ظالم کی آہ بھی سنتا ہے۔	سید عبدالوہاب شیرازی	39

اداریہ

امت اور فرقہ

''امت'' امت ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو ہم خیال اور ہم مقصد لوگوں پر مشتمل ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے 23 سال محنت کر کے امت بنائی، اور ایسی امت بنائی کہ دشمن بھی انگشت بدنداں ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی تعلیمات دیں کہ ان تعلیمات کو صرف دیکھ کر ہی کافر، دشمن، منافق مسلمان ہو جاتے تھے۔ لیکن بد قسمتی سے آج ہم نے امت کو توڑ کر فرقوں میں بانٹ دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے۔ ان کی مسجدیں (بظاہر تو) آباد ہوں گی مگر حقیقت میں ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے۔ انہیں سے دین میں فتنہ پیدا ہوگا اور انہیں میں لوٹ آئے گا۔" (بیہقی)

یہ حدیث اس زمانہ کی نشان دہی کر رہی ہے جب عالم میں اسلام تو موجود رہے گا مگر مسلمانوں کے دل اسلام کی حقیقی روح سے خالی ہوں گے، کہنے کے لئے تو وہ مسلمان کہلائیں گے مگر اسلام کا جو حقیقی مدعا اور منشاء ہے اس سے کوسوں دور ہوں گے۔ قرآن جو مسلمانوں کے لئے ایک مستقل ضابطہ حیات اور نظام علم و عمل ہے اور اس کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کی دینی و دنیاوی زندگی کے لئے راہ نما ہے۔ صرف برکت کے لئے پڑھنے کی ایک کتاب ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ یہاں "رسم قرآن" سے مراد یہی ہے کہ تجوید و قرات سے قرآن پڑھا جائے گا، مگر اس کے معنی و مفہوم سے ذہن قطعاً نا آشنا ہوں گے، اس کے اوامر و نواہی پر عمل بھی ہوگا مگر قلوب اخلاص کی دولت سے محروم ہوں گے۔ مسجدیں کثرت سے ہوں گی اور آباد بھی ہوں گی مگر وہ آباد اس شکل سے ہوں گی کہ مسلمان مسجدوں میں آئیں گے اور جمع ہوں گے لیکن عبادت خداوندی، ذکر اللہ اور درس و تدریس جو بناء مسجد کا اصل مقصد ہے وہ پوری طرح حاصل نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ علماء جو اپنے آپ کو روحانی پیشوا کہلائیں گے۔ اپنے فرائض منصبی سے ہٹ کر مذہب کے نام پر امت میں تفرقے پیدا کریں گے، ظالموں اور جابروں کی مدد و حمایت کریں گے۔ اس طرح دین میں فتنہ و فساد کا بیج بو کر اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کریں گے۔ (مشکوۃ شریف، کتاب العلم)

چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ فرقہ باز علماء (اتنے سخت حالات میں بھی جب پوری دنیا کا کفر ایک ایک کر کے مسلمان ملکوں میں تباہی پھیلا رہا ہے) فرقہ پرستی پھیلا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف کفر اور شرک کے فتوے دیے جا رہے ہیں۔ انڈیا کے ایک شہر مراد آباد میں ایک بریلوی مسلک کا شخص فوت ہو گیا، اس کا جنازہ دیوبندی مولوی نے پڑھایا تو ایک مفتی نے فتویٰ دے دیا جس جس نے اس دیوبندی کے پیچھے جنازہ پڑھا ہے ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا، چنانچہ جو جو لوگ اس مفتی کی بات پر یقین کرنے والے تھے ان سب کا اجتماعی نکاح ایک حال میں ہو رہا تھا جسے انڈیا کا میڈیا بریکنگ نیوز کے طور پر دکھا رہا تھا۔ اسی طرح ایک مفتی نے فتویٰ دیا کہ مسجد نبوی اور حرم کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، سوچنے کی بات ہے کہ ہم تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد میں اپنی مرضی کے خلاف کسی کو گھسنے نہیں دیتے جبکہ اللہ اتنا کمزور ہو گیا کہ اس کے محبوب کی مسجد پر صدیوں سے گستاخ قبضہ جمائے بیٹھے ہیں؟۔ ایسے مولوی، مفتی اور نام نہاد علماء زمین کا سب سے بڑا فتنہ ہیں جو امت کو توڑ توڑ کر فرقوں میں تقسیم کر کے ان کے مال پر نظر جمائے بیٹھے ہیں۔ کبھی یہ فتوے دیے جاتے ہیں کہ فلاں مسجد میں نماز نہیں ہوتی۔ یاد رکھیں مسجد سوائے اللہ کے کسی کی نہیں ہے۔ ہارون الرشید نے ایک بار غصے میں آ کر اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ اگر تو آج رات تک میرے ملک سے باہر نہ نکلی تو تجھے طلاق ہے۔ بعد میں ہارون الرشید نے فوراً علماء کو طلب کیا کہ اس کا کوئی حل بتائیں، سب نے کہا اس کا حل اس کے سوا کوئی نہیں کہ آپ رات آنے سے پہلے پہلے اپنی بیوی کو اپنے مُلک سے باہر نکال دیں، لیکن ملک اتنا بڑا تھا کہ یہ ناممکن تھا کہ رات آنے سے پہلے باہر نکال دیا جائے۔ پھر ہارون الرشید نے کہا امام ابوحنیفہ کا کوئی شاگرد ہو تو اسے بلائیں اس سے بھی کوئی حل پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب کے شاگرد یعقوب (قاضی ابویوسف) کو بلایا گیا، انہوں نے کہا اس کا تو آسان حل ہے، اپنی بیوی کو آج رات مسجد میں ٹھہرا دو، کیونکہ مسجد آپ کا ملک نہیں یہ اللہ کا گھر ہے کسی کی ملکیت نہیں اور دلیل قرآن سے دی کہ: وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ مسجدیں اللہ کی ہیں پس اس کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔

آج ہم نے مسجدوں کو تفرقہ بازی کا مورچہ بنا لیا ہے، مسجد کا ممبر جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور وہ ممبر رسول ہے، اس کا غلط استعمال کرتے ہوئے یہاں سے مسلمانوں کے لئے کفر کے فتوے سنائے جا رہے ہیں۔ چلیں بالفرض اگر کسی مسلک والا کافر بھی ہو کیا اس کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا جائز ہے جیسا رویہ ہم اپنے مقتدیوں اور شاگردوں کو سکھا رہے ہیں؟ ابی ابن کعب سے بڑا کافر کون ہو گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جتنے بھی کافر تھے ان کے بارے میں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نہیں معلوم تھا، ایک عبداللہ بن ابی تھا جس کے بارے میں سب جانتے تھے کہ یہ پکا منافق ہے، اس کی اسلام اور رسول دشمنی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی رہے تھے، عبداللہ بن ابی کے بیٹا جو پکا مسلمان تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوٹھا پانی مجھے دے دیں میں اپنے والد کو پلاوں گا شاید وہ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ وہ جوٹھا پانی اپنے والد کے پاس لے گیا اور پیش کیا کہ یہ پانی پی لیں، عبداللہ بن ابی نے کہا یہ کیا ہے؟ بیٹے نے کہا رسول اللہ کا جوٹھا ہے۔ تو اس بدبخت نے کہا پیشاب لے آو وہ پی لوں گا لیکن یہ نہیں پیوں گا۔ بیٹے کو سخت غصہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں اسے قتل کر دوں لیکن آپ نے اجازت نہ دی کہ لوگ کہیں گے یہ رسول اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے (کیونکہ وہ بظاہر کلمہ پڑھتا تھا اور مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا)۔ اس منافق کی موت قریب آئی تو اس کے بیٹے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا مانگا کہ اس میں اسے کفن دینا چاہتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا کرتا اس منافق کے کفن کے لئے دے دیا، پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر آپ نے اس کا جنازہ بھی پڑھایا، حالانکہ قرآن میں آیات نازل ہوئیں کہ اے رسول آپ 70 مرتبہ بھی جنازہ پڑھائیں میں نہیں بخشوں گا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی پڑھایا کہ اللہ نے مجھے پڑھانے سے منع تو نہیں کیا شاید اللہ بخش دے۔ پھر اس سے بھی آگے جب اسے قبر میں اتارا گیا تو آپ نے اسے دوبارہ قبر سے نکلوایا اور اپنی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اس لعاب کو اس کے منہ میں ڈال دیا، اس عمل کو دیکھ کر ایک سو منافق پکے مسلمان بن گئے۔ آپ اندازہ لگالیں یہ منافق ابوجہل سے بھی بڑا کافر تھا کیونکہ ابوجہل جہنم کے چھٹے درجے میں ہوگا جبکہ یہ ساتویں درجے میں ہوگا، ابوجہل سے بھی نیچے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیمات دیں کہ جو بھی کلمہ پڑھتا ہے اس کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا ہے۔ آج ہم بات بات پر گمراہی اور کفر کے فتوے دیتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ امت میں انتشار اور افتراق ہے، جس کی وجہ سے کفر اور ان کے ایجنٹ اسلام کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے اسی طرح کے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اور فرقہ باز مولویوں کو مخیرّ حضرات بن کر خوب چندے بھی دیتے ہیں تا کہ یہ فرقہ بازی والا کام اسی طرح چلتا رہے۔

آج جس ممبر رسول سے محبت پھیلنی چاہیے تھے وہاں سے نفر پھیلائی جا رہی ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں فرمایا: ایُّ عُرِیٰ الاسلام اَوْثَقُ ؟ یعنی اسلام کا مضبوط ترین عمل کون سا ہے؟

صحابہ کرام نے فرمایا: نماز۔ آپ نے فرمایا نماز بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔ پھر صحابہ نے فرمایا: زکوۃ، تو آپ نے فرمایا زکوۃ بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔ پھر صحابہ نے فرمایا: روزہ۔ آپ نے فرمایا روزہ بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔ پھر صحابہ نے فرمایا: حج۔ آپ نے فرمایا حج بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔ پھر صحابہ نے فرمایا: جہاد۔ آپ نے فرمایا جہاد بھی اچھا عمل ہے لیکن یہ نہیں۔ پھر خود ہی آپ نے فرمایا اسلام کا سب سے مضبوط عمل یہ ہے کہ اللہ کے لئے محبت کی جائے اور اللہ کے لئے بغض کیا جائے۔ بریلوی، دیوبندی، اھل حدیث سب ایک اللہ ایک قرآن ایک رسول کو مانتے ہیں، سب مسلمان ہیں سب کو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوئے اسلام کو مضبوط کرنے کی کوشش کرنی چاہیے نہ کہ اختلافی اور فروعی مسائل میں عوام کو ڈال کر فرقہ وایت پھیلائی جائے۔

تحریر: شاہد محمود

یہاں سب بکتا ہے

دن بھر کے کاموں سے فراغت پا کر اخبار کی شہ سرخیوں سے نظر ہٹاؤ یا پھر ٹی۔ وی کے اشتہارات کو دیکھو تو یہی پتا چلتا ہے کہ یہاں سب بکتا ہے۔ چاہے وہ کسی کمپنی کا نیا موبائل ہو یا پھر "70 انچ کی ایل۔ سی۔ ڈی، کہیں موٹر سائیکل بک رہا ہے تو کہیں پر جنریٹر، کسی ویب سائٹ پر کار بک رہی ہے اور کوئی اپنے گھر کا پرانا فرنیچر بھی یہاں بیچ رہا ہے۔ غرض یہ کہ چیزوں کو بیچنے کی منڈیاں لگی ہوئی ہیں جہاں ہر قسم کا تاجر بھی موجود اور بکاؤ مال بھی موجود ۔ لیکن کوئی چیزیں ایسی بھی ہیں جو ہماری ہیں لیکن انہیں کوئی اور بیچ رہا ہوتا ہے اور ہم بے بسی سے دیکھتے رہتے ہیں ہم ان کو بکنے سے نہیں روک سکتے کیونکہ بیچنے اور خریدنے والا دونوں طاقتور ہوتے ہیں اور جو روکنے والے ہوتے ہیں وہ بھی بک جاتے ہیں۔ آیئے پہلے آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں:

بشیر خان شہر کے پر رونق چوک پر سبزیوں کی ریڑھی لگاتا ہے، اور اس کے گزر بسر کا واحد ذریعہ یہی ریڑھی ہے اس کی سبزیاں بھی اکثر شام تک بک جاتی ہیں اور کبھی کبھار وہ بچی کھچی سبزیاں سستے داموں بیچ کر گھر پہنچ جاتا ہے ایک دن اس کی ریڑھی کے پاس ایک صاحب کی گاڑی آ کر رکی کیونکہ بشیر خان کی ریڑھی پر رکھی تازہ سبزیوں کی خوشبو ان صاحب کو اپنی طرف کھینچ لائی تھی۔ گاڑی سے کاٹن کے کلف لگے کپڑوں میں ملبوس ڈرائیور شاہانہ انداز میں باہر نکلا اور اپنی امارت کا رعب دکھانے کے لیے بشیر خان سے ساری سبزیاں خرید لیں اور چلتا بنا۔ بشر خان کی تو گویا عید ہو گئی دن کو دو بجے وہ کام سے فارغ ہو گیا۔ اگلے دن بشیر خان اپنی ریڑھی پر ترتیب سے سبزیاں رکھ رہا تھا کہ اس کو پھر صاحب بہادر کی گاڑی اپنی طرف آتی دکھائی دی بشیر خان دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ آج تو 11 بجے ہی سبزی بک جائے گی، اس بیچارے کو کیا خبر تھی کہ یہاں پر اب سبزی نہیں بلکہ انسان بکنے والے ہیں۔ وہی ڈرائیور نئے سوٹ میں ملبوس باہر نکلا اور سیدھا بشیر خان کی طرف بڑھا اور اس کو مارنا شروع کر دیا کسی اجنبی نے بشیر خان کی خراب حالت دیکھ کر پولیس کو فون کر دیا پولیس پہنچی اور معاملہ کی اہم نوعیت دیکھ کر ادھر ہی بشیر خان کو انصاف فراہم کرنے کی سوچا لیکین تفتیش میں بشیر خان ملزم ثابت ہو گیا کیونکہ صاحب کے ڈرائیور کا کہنا تھا کہ بشیر خان کے بیچے ہوئے دس کلو ٹماٹر میں سے پورے دو ٹماٹر خراب نکلے ہیں۔

بہر حال پولیس نے بشیر خان کو آئندہ کے لیے وارننگ دی اور صاحب کو مشورہ دیا کہ قانون ہاتھ میں نہ لیں اس سے بہتر ہے آپ ایف۔ آئی۔ آر درج کروا دیں۔ اس کے بعد مجھے وہاں بشیر خان نہیں نظر آیا، بعد میں پتا چلا کہ بشیر خان دھوکہ دہی اور ناجائز تجاوزات کے جرم میں 6 ماہ حوالات میں بند رہا۔ اتنی جلدی انصاف ہوتا دیکھ کر میں نے دل ہی دل میں اپنے ملک کی عدالتوں اور انتظامیہ کا اکثر محفلوں میں ،،اچھے،، الفاظ میں تذکرہ کیا، کچھ ہی دن بعد ایم کیو ایم کے رہنماؤں پر غداری کے مقدمات بننا شروع ہوئے جناب الطاف حسین، فاروق ستار، وسیم اختر اور دیگر ملزمان کو اشتہاری قرار دیا گیا عدالت نے انتظامیہ کو اپنی عادت کے مطابق ان کو گرفتار کر کے پیش کرنے کا حکم دیا۔

اب روز عدالت لگتی ہے اور پولیس روز خالی ہاتھ آتی ہے اور جج صاحبان روز تاکید کرتے ہیں کہ ملزمان کو لایا جائے لیکن ملزمان پولیس کی سیکیورٹی میں روزانہ پریس کانفرنس کر کہ الزامات کا دفاع کرتے ہیں اسی طرح پرویز مشرف، آصف زرداری، یوسف گیلانی، راجہ پرویز اشرف، اور پنجاب کابینہ کے چند وزراء کے مقدمات میں جو انصاف ہماری عدالتیں اور انتظامیہ کر رہی ہے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ علامہ طاہر القادری اور جناب عمران خان صاحب پر بھی دھرنے کے دنوں میں غداری اور کار سرکار میں مداخلت کے مقدمے بنے تھے ان میں عدالتوں نے کب اور کیسے احکامات جاری کیے اور انتظامیہ نے کب ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی؟ بشیر خان تو دو خراب ٹماٹر بیچتے ہوئے اب ڈرتا ہے لیکن سانحہ ماڈل ٹاؤن، سانحہ بلدیہ فیکٹری، اور پی۔ ٹی۔ وی حملہ کیس کے معزز ملزمان پولیس کی سیکیورٹی میں عدالتوں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سب بکتا ہے عقلمند سمجھ گے ہوں گئے کہ یہاں کیا کیا بکتا ہے؟

shahidmehmood4455@gmail.com

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

بچے، قرآن اور ہماری ذمہ داری

بچے اور قرآن، ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے، یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ دنیا میں قرآن کے ماہرین بچپن ہی سے قرآن سے جڑے ہوئے تھے۔ جن بچوں کو ان کے والدین نے چھوٹی عمر میں قرآن سے جوڑا، ان بچوں کا قرآن سے تعلق ساری زندگی مضبوط رہا، یہاں میں اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بچپن سے قرآن کے ساتھ جوڑنے سے مراد یہ نہیں جو ہمارے معاشرے میں ہوتا ہے، یعنی بچے کو سکول سے واپس لا کر آدھے گھنٹے کے لئے مسجد کے قاری صاحب کے حوالے کر دینا، جب کہ وہ بچہ انتہائی تھکاوٹ کا شکار ہوتا ہے، اور پھر والدین نے بھی ساری ذمہ داری قاری صاحب ڈال رکھی ہوتی ہے، سالوں گزر جاتے ہیں اور والدین کبھی قاری صاحب سے ملاقات تک نہیں کرتے۔

اگرچہ موجودہ دور میں الحمدللہ حفظ قرآن کا رجحان زیادہ ہوا ہے لیکن پھر بھی عموماً یہی ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کسی ایک بچے کو حفظ کروا کر دس افراد کی بخشش کے پرانے پر خود ہی دستخط کر کے بیٹھ جاتے ہیں، یعنی اب جو بھی ہو ہم بخشے بخشائے ہیں۔ چنانچہ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچوں کو پاکیزہ ماحول فراہم نہیں کیا جاتا، بچہ مدرسے سے آکر گھر میں موجود شیطانی آلات سے بھی مستفید ہو رہا ہوتا ہے، فلمیں ڈرامے اور کارٹون کی شکل میں دجالی ہدایات کے انجکشن اس کے قلب و دماغ پر لگتے رہتے ہیں۔

حفظ کے رجحان میں اضافے کے باوجود اب بھی نوے فیصد سے زیادہ لوگ ایسے ہی ہیں جو بچے کو بچپن کی عمر میں قرآن سے نہیں جوڑتے بلکہ جدید زبانیں اور علوم ہی بچپن میں پڑھاتے اور سکھاتے ہیں۔ یہ بات بھی ہمارے مشاہدے میں آئی ہے کہ جو بچے بچپن میں حفظ کر لیتے ہیں ان کا حافظہ دوسرے بچوں سے زیادہ قوی ہوتا ہے، چنانچہ اگر بچوں کو سب سے پہلے یعنی پانچ چھ سال کی عمر میں حفظ کروانا شروع کر دیا جائے تو باقی چیزیں بعد میں بچہ بہت اچھی طرح سیکھ لیتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی اہمیت کی حامل ہے کہ بچے کو چھوٹی عمر میں جو چیز سکھائی جائے گی ساری عمر اسی چیز کی چھاپ اس کی عملی زندگی میں بھی نظر آئے گی۔ یہی وجہ ہے کہ حضورﷺ نے سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا حالانکہ سات

سال کے بچے پر ابھی نماز فرض ہی نہیں ہوئی، ابھی تو مزید سات سال ہیں نماز فرض ہونے میں، یہ سارا اہتمام اسی وجہ سے ہے۔

طبرانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اپنے بچوں کو تین باتیں سکھاؤ: اپنے نبی ﷺ کی محبت، اوران کے اہل بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت، اس لئے کہ قرآن کریم کو یاد کرنے والے اللہ کے عرش کے سائے میں انبیاء اور منتخب لوگوں کے ساتھ اس روز ہوں گے جس روز اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (تربیت الاولاد فی الاسلام، شیخ عبداللہ ناصح علوان)

مسلمان علماء تربیت نے بچوں کو قرآن کریم کی تلاوت اور رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعلیم اور مسلمانوں کے عظیم قائدوں کے کارنامے بتلانے اور سکھلانے کے ضروری ہونے کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے اس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور جنگیں اسی طرح یاد کرایا کرتے تھے جس طرح انہیں قرآن کریم کی سورتیں یاد کراتے تھے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور نیک لوگوں کے واقعات اور دینی احکام کی تعلیم دی جائے۔

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے اور یاد کرانے کی اہمیت کی جانب اشارہ کیا ہے اور یہ بتلایا ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں میں تمام تدریسی طریقوں اور نظاموں میں قرآن کریم کی تعلیم ہی اساس اور بنیاد ہے، اس لئے کہ قرآن کریم دین کے شعائر میں سے ہے جس سے عقیدہ مضبوط اور ایمان راسخ ہوتا ہے۔

ابن سینا نے ''کتاب السیاسۃ'' میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ جیسے ہی بچہ جسمانی اور عقلی طور سے تعلیم وتعلم کے لائق ہو جائے تو اس کی تعلیم کی ابتداء قرآن کریم سے کرنا چاہیے تاکہ اصل لغت اس کی گھٹی میں پڑے اور ایمان اور اس کی صفات اس کے نفس میں راسخ ہوجائیں۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ فضل بن زید نے ایک دیہاتی عورت کے بچے کو دیکھا اور بہت متعجب

ہوا، اس عورت سے اس بچے کے بارے میں سوال کیا تو اس عورت نے کہا: جب اس بچے کی عمر پانچ سال ہوگئی تو میں نے اسے استاد کے حوالے کردیا، اور اس نے قرآن کریم یاد کرلیا، اور تلاوت وتجوید سیکھ لی، پھر اسے عمدہ اشعار یاد کرائے اور سکھائے اور اپنی قوم کے قابل فخر کارناموں کی تعلیم دی گئی، اور اس کے آباء واجداد کے کارنامے بتائے، جب وہ بلوغ کی عمر کو پہنچ گیا تو میں نے اسے گھوڑوں پر سوار کرایا اور وہ بہترین مشاق شہسوار بن گیا اور ہتھیار سے لیس ہوکر محلّہ کے گھروں کا محافظ بن گیا اور مدد کے لئے پکارنے والوں کی آواز کی جانب متوجہ رہنے لگا۔

پہلے زمانے کے لوگ اپنے بچوں کی تربیت کا نہایت اہتمام کیا کرتے تھے اور اپنے بچوں کو جب اساتذہ کے حوالے کرتے اور ان حضرات وسب سے پہلے جو مشورہ دیتے اور جس بات کی انہیں نصیحت کرتے وہ یہ تھی کہ ان بچوں کو سب سے پہلے قرآن کریم کی تعلیم دیں، اس کی تلاوت سکھائیں اور اسے انہیں یاد کرائیں تاکہ ان کی زبان درست ہو اور ان کی ارواح میں پاکیزگی وبلندی اور دلوں میں خشوع وخضوع پیدا ہو اور آنکھوں میں آنسو آئیں اور ان کے نفوس میں ایمان اور یقین راسخ ہو جائے۔

دنیا کے سب سے بڑے راز
حقیقت جاننا انتہائی خطرناک

ہم بہت سی معلومات حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور اس میں اکثر کامیاب بھی ہو جاتے ہیں- لیکن دنیا کے چند راز ایسے بھی ہیں کہ اگر ہم ان کی حقیقت سے واقف ہو جائیں تو ہماری جان بھی جا سکتی ہے یا پھر یہ ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں- درحقیقت یہ راز انتہائی حساس معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور خود حکومتیں ان رازوں سے پردہ اٹھنے نہیں دیتیں- آیئے جانتے ہیں کہ دنیا کے سب سے بڑے راز کونسے ہیں؟

امریکی نیوکلیئر پلانٹ

امریکہ کا نیوکلیئر پروگرام دنیا کا سب سے بڑا راز ہے- دنیا کے چند مخصوص افراد ہی اس بات سے واقف ہیں کہ امریکہ کا نیوکلیئر پلانٹ کہاں واقع ہے؟ امریکی حکومت ہمیشہ اپنی خفیہ دستاویز میں ایٹمی معلومات سے متعلق صرف کوڈ کا استعمال کرتی ہے اور ان کوڈ تک رسائی صرف امریکی محکمہ دفاع کے اعلیٰ حکام کو حاصل ہوتی ہے- آج تک امریکی حکومت نے عوام کو اپنے ایٹمی ہتھیاروں کی تعداد اور ان کی اقسام سے متعلق آگاہ نہیں کیا-

تیل کے ذخیرے

امریکی حکومت نے اپنی تیل کے ذخائر کو بھی ہمیشہ سے ایک راز رکھا ہے اور کوئی ان ذخائر کے مقام سے واقف نہیں- ایک افواہ یہ ہے کہ اگر آپ کی زمین سے تیل دریافت ہوا ہے تو امریکی حکومت آپ سے وہ زمین خرید لے گی اور آپ سے اس مقام کو خفیہ رکھنے کے حوالے سے ایک معاہدہ بھی کرے گی- انہیں خفیہ رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ امریکی حکومت اس لیے خفیہ رکھتی ہے کہ تیل دریافت ہونے والے مقامات کو امیر افراد نہ خرید لیں اور وہ ان مقامات پر اپنے کنویں بنا کر مزید دولت کمائیں-

میڈیکل راز

امریکہ کے قوانین کے مطابق کسی بھی مریض کی طبی معلومات ظاہر نہیں کی جاسکتی اور یہ معلومات ہمیشہ راز ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کئی امریکی ڈاکٹروں کی جان ان معلومات کو راز رکھنے کی وجہ سے خطرے میں بھی ہوتی ہے۔ اس قانون کا مقصد مریضوں کو کسی قسم کی تذلیل یا پریشانی سے بچانا ہے۔ اور مریضوں کی طبی معلومات کو خفیہ رکھنے کے حوالے سے امریکہ میں میڈیکل آفیسرز سے باقاعدہ حلف لیا جاتا۔ مریضوں کی میڈیکل فائل بھی صرف قانونی کاروائی کے بعد ہی متعلقہ حکام کے حوالے کی جاتی ہے۔

کی فولڈنگ

نیپکن کی فولڈنگ کا انداز آسٹریا کا ایک بہت بڑا راز ہے۔ یقیناً یہ بات سننے میں انتہائی مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ آسٹریا میں نیپکن کی فولڈنگ کا یہ مخصوص انداز ایک راز ہے اور یہ انداز وہاں کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کئی لوگوں نے نیپکن کو اس انداز میں فولڈ کرنے کی کوشش کی لیکن سب ناکام رہے کیونکہ اس سلسلے میں کوئی رہنما اصول موجود نہیں۔ اور اس طریقہ کار سے صرف ریاست کے انتہائی اعلیٰ حکام ہی واقف ہیں۔ یہاں تک کہ جو یہ نیپکن فولڈ کرنا جانتے ہیں ان سے حلف لیا گیا ہے کہ وہ اس راز سے کبھی پردہ نہیں اٹھائیں گے۔

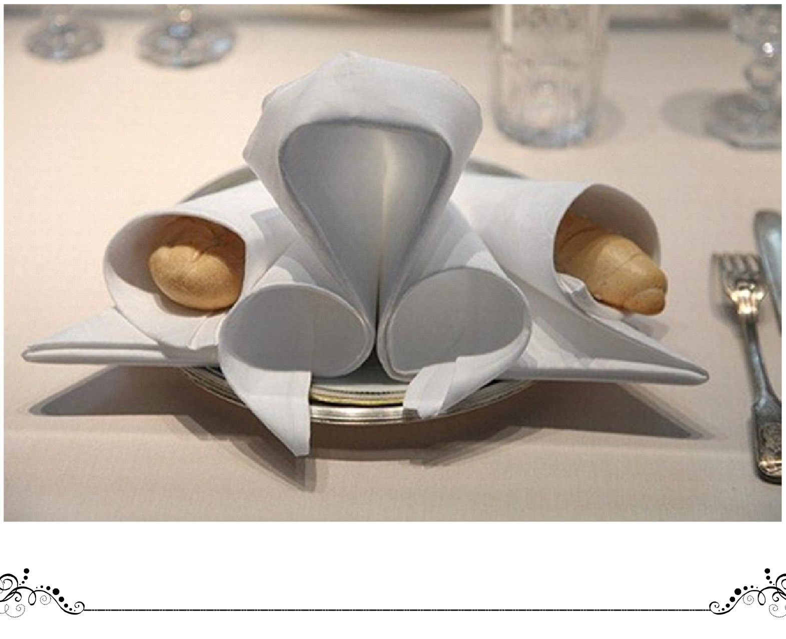

کے ایف سی

کوئی نہیں جانتا کہ مشہور فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ کے ایف سی کھانے تیار کرنے کے لیے کونسی ترکیب استعمال کرتا ہے- کے ایف سی کی خفیہ ریسپی 1930 میں Kentucky ہرلینڈ نے تیار کی۔ ہرلینڈ مشہور چکن ڈش نارتھ کیبن کے رہائشیوں کو فروخت کرتا تھا جو انتہائی مزیدار ہوتی تھی اور ہر کوئی اس کے ذائقے کے بارے میں بات کرتا تھا- ہرلینڈ کا کاروبار چل پڑا اور پوری دنیا میں پھیل گیا- آج دنیا اسے کے ایف سی کے نام سے جانتی ہے جو کہ دنیا کے بڑے ریسٹورنٹ میں سے ایک ہے- شاید ہرلینڈ کی کامیابی کا سہرا اسی خفیہ ریسپی کے سر ہے-

ہٹلر کی خودکشی

تاریخ بتاتی ہے کہ 30 اپریل 1945 کو ہٹلر نے اپنے زیرِ زمین بنکر میں خودکشی کر لی تھی- کیا یہ واقعی حقیقت ہے؟ یا پھر دنیا کو جھوٹ بتایا گیا ہے؟ ایف بی آئی کی شائع کی جانے والی دستاویز میں اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ ہٹلر جنگِ عظیم دوئم کے بعد بھی زندہ تھا اور Andes کی پہاڑیوں میں رہائش پذیر تھا- ان دستاویز واضح طور پر ہٹلر کی خودکشی کو ایک ڈرامہ دکھایا گیا ہے- سب سے زیادہ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ ایف بی آئی اس حقیقت سے واقف تھی لیکن انہوں نے پھر بھی اسے راز کیوں رکھا؟

ایڈز

1980 سے ایچ آئی وی یا ایڈز کی شروعات پر بحث کی جا رہی ہے اور اس پر مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں- اکثر لوگوں کے نزدیک یہ بیماری افریقہ سے پھیلی تھی لیکن کیا یہ واقعی صحیح ہے؟ متعدد لوگ ایسے بھی ہے جن کا یہ ماننا ہے کہ ایڈز کا وائرس سائنسدانوں نے اپنی لیبارٹری میں تیار کیا تھا اور ان کے نزدیک یہ انسانوں کا تیار کردہ اور پھیلایا ہوا وائرس ہے- لیکن اس بیماری کی اصل حقیقت بھی دنیا کے بڑے رازوں میں سے ایک راز ہے-

کوکا کولا

کوکا کولا کیسے تیار کی جاتی ہے؟ یہ بھی دنیا کا ایک بہت بڑا راز ہے- آپ اس راز کی اہمیت کا اندازہ اس واقعے سے با آسانی لگا سکتے ہیں کہ کوکا کولا کمپنی ایک مرتبہ اپنا بھارت کا دورہ صرف اس لیے منسوخ کر چکی ہے کہ بھارتی حکومت کوکا کولا کمپنی پر ان اجزا کی معلومات مہیا کرنے پر دباؤ ڈال رہی تھی جو اس مشروب کی تیاری میں استعمال کیے جاتے ہیں- اس فارمولے کے بارے میں صرف چند لوگ ہی جانتے ہیں اور ایک وقت میں صرف دو لوگ ہی کوکا کولا کی تیاری میں استعمال ہونے والے اجزا؟ سے واقف ہوتے ہیں اور ان سے بھی با قاعدہ اس راز کو راز رکھنے کے لیے حلف لیا جاتا ہے-

تدبیر، رد عمل اور ہیجانی تقاریر

ایک بہترین قائد اور رہنما میں یہ وصف ہونا چاہیے کہ وہ اپنی محنت سے اکھٹی کی ہوئی جمع پونجی (کارکنان) کی حفاظت کا پورا خیال رکھے۔ آپ کے لئے یہ بات حیرت سے کم نہ ہوگی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ستائیس جنگوں میں حصہ لیا اور پچپن سریے روانہ کیے، لیکن مدنی زندگی کے دس سالوں اور ان تمام جنگوں میں مجموعی لحاظ سے صرف اور صرف 969 لوگ قتل اور شہید ہوئے، وہ بھی کافروں اور مسلمانوں کو ملا کر۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا انقلاب قرار دیا جاتا ہے لیکن اتنے بڑے انقلاب اور دس سالوں میں صرف 1000 سے بھی کم لاشیں گریں۔ جبکہ ہمارے ہاں اشتعال انگیز اور ہیجانی تقاریر کر کے ہزاروں نوجوانوں کو ساکت دیواروں کے ساتھ ٹکرا ٹکرا شہید کرایا گیا، ان بیچاروں کو ہم شہید ہی کہیں گے کیونکہ ان کی اکثریت دین کے جذبے سے تو سرشار تھی لیکن دین کی حکمت اور تعلیم سے بے بہرہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت اور تدبیر سے مکمل جہالت، کفر اور اندھیر نگری میں اپنی ٹیم پیدا بھی کی اور مسلسل اوپر کی طرف سفر کیا جب کہ ہمارے ہاں ایسے لیڈروں نے ایک دم اوپر کو چھلانگ لگائی اور پھر واپس تندور میں گر پڑے۔ چنانچہ وہی لیڈر آج کل سوشل میڈیا پر ویڈیو شیئر کر کے کوئی تو تندور پر روٹیاں بنانے کا طریقہ سکھاتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کوئی حجامہ سینٹر کھول کر حجامہ کی ٹریننگ اور فضائل سنا رہے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی مشہور صوفی بزرگ اور شاعر گزرے ہیں۔ انہوں نے 26 ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی معنوی لکھی جو آج تک دنیا میں مقبول ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مثالوں کے ذریعے مسلمانوں کو دینی اور دنیوی ترقی کا سبق دیا ہے۔ جب 1258 میں تاتاریوں نے بغداد تباہ کر کے عباسی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تھا اس وقت مولانا روم بھی موجود تھے، تاتاریوں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے تھے لیکن مسلمان بے بس ولاچار بنے ہوئے تھے۔ ایسے سخت حالات میں مولانا روم نے اس وقت کے مسائل کے حل کے لئے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ انہوں نے اپنی کتاب میں ایک مثال بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں: ایک جنگل میں شیر نے تباہی مچائی ہوئی تھی، سارے جنگل کے جانور شیر سے سخت تنگ آئے ہوئے تھے۔ آخر کار انہوں نے اس کا ایک حل نکالا، انہوں نے شیر سے بات کر کے اس کو

اس پر راضی کیا کہ وہ ان پر حملہ نہ کرے وہ خود اپنی طرف سے ہر روز ایک جانور اس کے پاس بھیج دیا کریں گے۔ اس تجویز پر عمل ہونے لگا، اس کی صورت یہ تھی کہ ہر روز قرعہ اندازی کے ذریعہ یہ طے کیا جاتا کہ آج کون سا جانور شیر کی خوراک بنے گا، جس جانور کے نام قرعہ نکلتا اس کو شیر کے پاس بھیج دیا جاتا۔ اس طرح تمام جانور امن کے ساتھ جنگل میں رہنے لگے۔ آخر کار قرعہ ایک خرگوش کے نام نکلا، یہ خرگوش پہلے سے سوچ ہوئے تھا کہ جب میرے نام قرعہ نکلے گا تو میں اپنے آپ کو شیر کی خوراک نہیں بننے دوں گا، بلکہ تدبیر کے ذریعہ خود شیر کو ہلاک کر دوں گا۔ چنانچہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت خرگوش ایک گھنٹہ تاخیر کے ساتھ شیر کے پاس پہنچا، شیر بہت بھوکا تھا وہ تاخیر کی بنا پر اس کو ڈانٹنے لگا، دوسرا غصہ اس بات پر بھی تھا کہ خرگوش چھوٹا سا جانور ہے۔ خرگوش نے نہایت ہی نرمی اور لجاجت سے کہا کہ حضور! بات یہ ہے کہ آپ کی سلطنت میں ایک اور شیر آ گیا ہے، آپ کی خوراک کے لئے دو عدد خرگوش بھیجے گئے تھے مگر راستے میں اس دوسرے شیر نے ایک خرگوش کھا لیا میں بڑی مشکل سے آپ تک پہنچا ہوں۔ اس بات سے شیر کا غصہ دوسرے شیر کی طرف مُڑ گیا، اس نے چلاّ کر کہا: وہ دوسرا شیر کہاں ہے؟ خرگوش نے نہایت ادب سے کہا چلیئے حضور میں آپ کو بتاتا ہوں، خرگوش اس کو ایک کنویں پر لے گیا اور کہا نیچے دیکھیئے وہ ہے۔ شیر نے نیچے دیکھا تو اپنا عکس پانی میں نظر آیا۔ شیر غرایا تو کنویں کے اندر سے دوسرے شیر کے غرانے کی آواز بھی آئی چنانچہ شیر نے اس پر حملہ کرنے کے لئے کنویں میں چھلانگ لگا دی اور کچھ دنوں کے بعد بھوکا مر گیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں خرگوش کی تدبیر کا جال شیر کی موت کا پھندا تھا۔ یہ حکایت کی زبان میں ایک رہنمائی تھی جو مولانا نے اپنے وقت کے مسلمانوں کو تاتاریوں کے خلاف دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تدبیر کے ساتھ کام کرنے سے بڑے سے بڑے اور مشکل سے مشکل کام نہایت آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں کوئی بھی کام سرانجام دیتے ہوئے جذبات، اشتعال انگیزی اور غصے میں اپنے آپ کو بے قابو کر کے دشمن کے ہاتھ کا کھلونا نہیں بننا چاہیے، ہماری اس طرح کی روش سے آج دشمن ہمیں اپنے مقاصد میں استعمال کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کا ایک طبقہ تو وہ ہے جو شیر کے منہ کا نوالا بننے کے لئے بالکل ہاتھ باندھ کر تیار بیٹھا ہے اور اپنی باری کا انتظار کر رہا ہے، جبکہ دوسرا طبقہ بغیر کسی تدبیر، تنظیم، تربیت اور تعلیم کے محض اشتعال انگیزی کر کے اپنا اور اپنی قوم کا نقصان کر رہا ہے۔ ہمیں اس قابل ہونا چاہیے کہ ہم موقع محل، اور وقت کے تقاضوں سے آگاہ ہوں، کس وقت کیا کرنا ہے اور کس وقت کیا کہنا ہے اس کی قابلیت ہم رکھتے ہوں۔ میرے خیال میں ایسا تب ہی

ممکن ہے جب ہم دین اور دنیا دونوں سے آگاہ ہوں۔ ہماری یہ دونوں آنکھیں کھلی ہوئی ہوں۔ دشمن نے ہماری قوم کو ایسا تقسیم کر دیا ہے کہ کچھ لوگوں نے دین کی آنکھ کھلی رکھی ہوئی ہے تو دنیا کی آنکھ بند کر لی ہے، جبکہ کچھ لوگوں نے دنیا کی آنکھ کھلی رکھی ہوئی ہے تو دین کی آنکھ مکمل بند کر لی ہے۔ ہمیں اس قابل ہونا چاہیے کہ ہم مخالف کے اندر چھپی اس کی کمزوری کو تلاش کریں، اور پھر اس کا رُخ اس طرف موڑ لیں، یاد رکھیں جب دریا بپھرتا ہے تو اس کے سامنے نازک بند باندھنے یا اس کے سامنے کھڑا ہونے سے اسے نہیں روکا جا سکتا، بلکہ ایسے موقع پر اس کا رخ دوسری طرف موڑ کر یا اس کے پانی کو کئی راستوں پر ڈال کر تقسیم کرنے سے ہم اس کے نقصان سے بچ سکتے ہیں۔ آج یہ صلاحیت ہمارے دشمنوں کے پاس ہے وہ میڈیا کے ذریعے ہر روز ہمارے ذہنوں کو کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف موڑ دیتے ہیں اور ہمیں پتا بھی نہیں چلتا۔ جس طرح کوئی شخص ویڈیو گیم کھیلتے ہوئے اپنی مرضی سے گیم کے کردار کو آگے پیچھے کرتا یا فاتح اور شکست خوردہ بناتا اور اپنا دل بہلاتا ہے بالکل آج ہمارے ساتھ ایسا ہی مغربی قومیں کر رہی ہیں، وہ جب چاہتے ہیں اور جدھر چاہتے ہیں ہمیں موڑ لیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن عیلہ کو خلیفہ ہشام بن عبدالملک اموی نے بلایا، اور اُن کو مصر کے محکمہ خراج کے افسر کا عہدہ پیش کیا۔ حضرت ابراہیم بن عیلہ نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔ خلیفہ ہشام کو غصہ آ گیا، اس نے کہا کہ آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا ہوگا ورنہ آپ کو سخت سزا دی جائے گی۔ حضرت ابراہیم بن عیلہ نے نہایت ہی نرمی کے ساتھ کہا: ''اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں، ہم نے زمین و آسمان کو یہ امانت پیش کی مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ تو جب خدائے بزرگ و برتر ذمہ داری قبول نہ کرنے پر خفا نہیں ہوئے تو آپ کیوں مجھ پر خفا ہو رہے ہیں؟''۔ خلیفہ یہ بات سن کر خاموش ہو گیا اور ابراہیم بن عیلہ کو چھوڑ دیا۔

خلیفہ کو پہلے غلطی ابراہیم بن عیلہ میں نظر آ رہی تھی لیکن ان کے حکمت بھرے اور موقع محل کی مناسبت سے قرآنی جواب کو سُن کر خلیفہ کو غلطی اپنے میں نظر آنا شروع ہو گئی، اور اس احساس نے اس کی سوچ کو بدل دیا، ظاہر ہے خلیفہ بھی مسلمان تھا، قرآن کے سامنے جرات نہیں کر سکتا تھا، ابراہیم بن عیلہ نے اسی نکتے کو پکڑا۔ اس طرح کے واقعات اور مواقع کا ہر آدمی کو سامنا کرنا پڑتا ہے، جب بھی ایسی صورت حال پیش آئے آدمی اچھے ردعمل کے ذریعے ساری مخالف صورت حال کو اپنے حق میں بدل سکتا ہے۔ یہ ایک فطری ہتھیار ہے جسے استعمال کرنے کا طریقہ ہم سیکھ سکتے ہیں، بس اس کے لئے ایسے مواقع پر دل و دماغ کو ٹھنڈا رکھنا ضروری ہے۔ اگر ہم تُند و تیز جوابی تیر برسائیں گے یا مخالفانہ

کاروائی کریں گے تو ظاہر ہے معاملہ سنورنے کے بجائے بگڑتا ہی جائے گا۔ امام زین العابدین کی لونڈی آپ کو وضوء کرانے کے لئے پانی سے بھرا لوٹا لائی، اچانک اس کے ہاتھ سے وہ لوٹا آپ پر گر گیا۔ اور آپ کے کپڑے بھیگ گئے، آپ نے غصے سے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے فوراً قرآن کی آیت پڑھی ”والکاظمین الغیظ، اور غصہ پینے والے“۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میں نے غصہ پی لیا۔ وہ پھر بولی ”والعافین عن الناس، اور لوگوں کو معاف کرنے والے“۔ آپ نے فرمایا میں نے معاف کیا، رب تجھے معافی دے۔ وہ پھر بولی ”واللہ یحب المحسنین، بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو“۔ آپ نے فرمایا جا تو فی سبیل اللہ آزاد ہے۔ پہلے زمانے کی لونڈیاں بھی قرآن کے ساتھ اتنا شغف رکھتی تھیں کہ موقع محل پر مناسب آیت پڑھ لیں، لیکن آج کل بڑی بڑی ڈگریاں اٹھائے لوگ پھرتے ہیں مگر اپنے والد کے جنازے کے موقع پر ڈر لگا رہتا ہے کہ مولوی صاحب مجھے ہی نہ کہہ دیں اپنے والد کا جنازہ پڑھاو۔ ہمیں ہر معاملے میں آسمانی ہدایات سے استفادہ کرتے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں: برائی کو بھلائی اور احسان کے ساتھ دفع کرو اس طرح تمہارا دشمن بھی تمہارا گہرا دوست بن جائے گا (حم سجدہ)

ڈاکٹر ظہور احمد، کراچی

انسانی جسم سے متعلق دلچسپ معلومات

صبح کا وقت کتنا پیارا لگتا ہے۔ نماز فجر کے بعد جب تھوڑی روشنی ہونے لگتی ہے تو بہت سہانا وقت ہوتا ہے بلکہ ہم میں سے کچھ لوگ صبح میں ورزش بھی کرتے ہوں گے تا کہ تندرست و توانا رہیں۔ کبھی آپ نے اپنے جسمانی ساخت پر غور کیا۔ جس جسم کو آپ توانا رکھنا چاہتے ہیں ا؟ عزوجل نے اس میں کیا کیا چیزیں رکھی ہیں؟ اگر ہم اس پر غور کریں تو حیران رہ جائیں۔ تو سنیے آج ہم آپ کے لیے ایسی دلچسپ معلومات لائے ہیں کہ آپ بھی حیران رہ جائیں گے۔

فولاد:

انسانی جسم میں اتنا فولاد ہوتا ہے کہ اس سے درمیانے درجے کے سات کیل تیار ہو سکتے ہیں۔

انسانی جسم کی حرارت:

انسانی جسم میں اتنی حرارت ہوتی ہے کہ اس سے چائے کی تین پیالیاں تیار کی جاسکتی ہیں۔ انسانی چھینک کی رفتار سو میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

چربی:

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انسانی جسم میں چربی بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ کتنی ہوتی ہے۔ اگر بتاؤں تو آپ سوچتے رہ جائیں! پتا ہے کتنی؟ انسان کے جسم میں اتنی چربی ہوتی ہے کہ اس سے تقریباً چار پونڈ صابن تیار ہو سکتا ہے۔

توانائی:

انسانی جسم میں اتنی توانائی موجود ہوتی ہے کہ اگر اس کو برقی توانائی میں تبدیل کیا جائے تو اس سے ساٹھ وولٹ کا بلب دو منٹ تک روشن کیا جاسکتا ہے۔

انسانی خون کی گردش:

میرے ناقص مطالعے کے مطابق، انسان کے جسم میں خون کا ایک قطرہ پچاس سال تک تقریباً بیس ہزار میل کا

سفر طے کرتا ہے۔

مرد کی داڑھی:

مرد کی داڑھی ایک سال میں تقریباً سولہ انچ کے حساب سے بڑھتی ہے۔

انسانی جسم کی ہڈیاں:

انسانی ہاتھ میں کل ستائیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انسانی سر میں آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انسانی ٹانگ میں اکتیس ہڈیاں ہوتی ہیں، انسانی جسم میں کل دوسو چھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

انسانی جسم میں مسام:

انسانی جسم میں کل پچیس لاکھ مسام ہوتے ہیں۔

انسانی ناخن بڑھنے رفتار:

انسانی ناخن روانہ اوسط اعشاریہ ایک ملی میٹر کے حساب سے بڑھتے ہیں۔

جلد اور انسانی جسم:

انسانی جلد کا وزن پورے جسم کے وزن کے سولہ فیصد ہوتا ہے۔

انسانی جسم میں پانی:

جس طرح دنیا میں سات حصّے پانی ہے۔ اسی طرح اگر ہم انسانی جسم کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں 65 فیصد پانی ہوتا ہے۔

اللہ کی قدرت:

پھیپھڑے جنھیں انگریزی میں لنگز کہتے ہیں۔ دو ہوتے ہیں دونوں کا ایک ہی کام ہے لیکن انسان کے دونوں پھیپھیڑوں میں سے دائیں طرف والا پھیپھڑا بڑا ہوتا ہے۔

ہے نا دلچسپ معلومات کہ انسان بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے۔ سبحان تیری قدرت۔۔۔۔۔ ایسی ہی دلچسپ اور مفید معلومات کے ساتھ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ اللہ ہم سب کو اپنے امان میں رکھے۔ آمین

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

ہم کس دور میں موجود ہیں

اس وقت امت مسلمہ خصوصا اہل پاکستان سخت پریشان ہیں، پریشانیوں کی وجوہات بہت ساری ہیں لیکن میں آج ایک خاص پریشانی کے حوالے سے چند گذارشات پیش کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان شاء اللہ اس پریشانی کا کافی وشافی علاج اور حل بھی آپ کے سامنے رکھوں گا۔

پریشانی یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی کوئی اندوہناک حادثہ یا واقعہ رونما ہوتا ہے تو اس وقت یہ بحث شروع ہو جاتی ہے کہ آیا یہ درست تھا یا غلط تھا، جائز ہے یا ناجائز ہے، اس میں کون ملوث ہے؟ کسی مسلمان نے کیا یا کافر نے کیا، کیا ایسا ہونا چاہیے تھا یا نہیں؟ یہ عدل وانصاف ہے یا ظلم اور سربریت ہے؟ ایسی صورتحال میں لوگوں کے تین گروہ بن جاتے ہیں، ایک وہ جو ناجائز اور حرام قرار دے دیتا ہے، دوسرا وہ جو جائز بلکہ افضل اور بہتر قرار دیتا ہے اور تیسرا وہ گروہ جو سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور پریشانی سے دوچار ہو جاتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب میں احادیث کی روشنی میں دے کر پھر اس کے حل اور بچاو کی طرف آتا ہوں۔

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کے خروج سے پہلے چند سال دھوکہ وفریب کے ہوں گے، سچے کو جھوٹا بنایا جائے گا اور جھوٹے کو سچا بنایا جائے گا، خیانت کرنے والے کو امانت دار بنا دیا جائے گا اور امانت دار کو خیانت کرنے والا قرار دیا جائے گا، اور ان میں ''رویبضہ'' بات کریں گے، پوچھا گیا رویبضہ کون ہیں؟ فرمایا گھٹیا (فاسق وفاجر) لوگ، وہ لوگوں کے اہم معاملات میں بولا کریں گے۔ (مسند احمد، السنن الواردہ فی الفتن)۔ اس دور پر یہ حدیث کتنی مکمل صادق آتی ہے، نام نہاد مہذب دنیا کا بیان کردہ جھوٹ جس کو پڑھے لکھے لوگ بھی سچ مان لیتے ہیں اور کتنے ہی ایسے سچ ہیں جن پر دنیا کے دجالی میڈیا نے لفاظی اور فریب کی اتنی تہیں جما دی ہیں کہ عام انداز میں ساری عمر بھی کوئی ان کو صاف کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑا واقعہ ہو جائے اگر میڈیا اس کو دبا دے تو وہ دب جاتا ہے (جیسے تھر میں روزانہ اوسطا دس بچے بھوک سے مر جاتے ہیں) اور اگر کسی واقعہ کو میڈیا اچھال دے تو ہر آدمی کا موضوع سخن

وہی ہوتا ہے۔ ابوداود کی ایک روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ دو خیموں (جماعتوں) میں تقسیم ہوجائیں گے، ایک اہل ایمان جن میں بالکل نفاق نہیں ہوگا اور ایک اہل نفاق جن میں بالکل ایمان نہیں ہوگا تو تم دجال کا انتظار کروکہ آج نکلے یا کل نکلے۔ یہ دو خیمے (جماعتیں) مسلمان خود تو نہ بنا سکے البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ کام کفر کے سردار سابق صدر بش سے لیا، چنانچہ اس نے نائن الیون کے بعد واضح اعلان کیا کہ کون ہمارے ساتھ ہے اور کون ہمارے ساتھ نہیں؟ اس اعلان کے فوری بعد دنیا کے مختلف خطوں پر حکمرانی کرنے والے حکمران اور دیگر بے شمار لوگ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوگئے، جبکہ کچھ لوگ درمیان میں ہی رہے اور اس وقت سے آج تک یہ چھانٹی جاری ہے اور لوگ مسلسل دو حصوں میں تقسیم ہو رہے ہیں، اور ہر گروہ باقی لوگوں کو اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

''دجال'' دجل سے ہے اور دجل دھوکہ وفریب کو کہتے ہیں چنانچہ یہ دھوکہ وفریب اس وقت عروج پر ہے۔ ضروری نہیں کہ کوئی شخص بظاہر معزز داڑھی والا لگ رہا ہے اور میڈیا پر بہت خوبصورت انداز میں بول لیتا ہے یا بہترین پیرائے میں لکھ لیتا ہے اپنے نام کے ساتھ سید، صدیقی یا فاروقی لکھتا ہے تو وہ دھوکہ نہیں دے رہا ہوگا، اصل دھوکہ تو یہی ہے کہ چار دن بہت اچھی بات بول کر یا لکھ کر پانچویں دن ایسی بات کردی کہ دوسرے کا ایمان اس کے دل سے ایسے نکال دیا جیسے مکھن سے بال۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ دجال اور اس کے آنے سے پہلے والا دور سارا کا سارا دجل وفریب اور دھوکہ پر مبنی ہوگا لہٰذا آج ہم اسی دور میں موجود ہیں۔

اب ہم آتے ہیں اس کے حل کی طرف: اس دجل سے بچنے اور فتنہ وفساد سے اپنی اور اپنے ایمان کی حفاظت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی دجل سے ہمارا ایمان خراب کرنے کی کوشش کرے اور ہم اس کو پہچان لیں اور اپنے ایمان کو بھی محفوظ کرلیں، ساری دنیا جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ دکھائے لیکن ہمیں جھوٹ جھوٹ اور سچ سچ نظر آئے۔ جی ہاں! ایسا ممکن ہے ایک حدیث میں حضرت خذیقہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا اس فتنہ اور فساد سے بچنے کا کوئی حل ہے تو انہوں نے فرمایا: کوئی ایسا فتنہ نہیں جس سے نجات نہ ہو۔ ایک مشہور حدیث ہے جو ابوداود، مسلم، ترمذی، احمد اور نسائی میں ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص دجال کے فتنے سے محفوظ رہنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سورہ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیات کی تلاوت کرے، اس کی تلاوت دجال کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچالیتی ہے۔ اس میں کچھ ایسی تاثیر اور برکت ہے کہ جب ساری دنیا دجال کی دھوکہ بازیوں سے متاثر ہوجائے گی اس

سورت کی تلاوت کرنے والا اللہ کی طرف سے خصوصی حصار میں ہوگا، دجالی فتنہ اور میڈیا اس کے دل و دماغ کو متاثر نہیں کر سکے گا۔ ان شکوک شبہات اور دھوکہ وفریب سے بچنے کے لئے اپنا معمول بنائیں ہر روز صبح سورہ کہف یا کم از کم ابتدائی یا آخری دس آیات کی تلاوت کریں، ان شاء اللہ فریب کے پردوں کے پیچھے حقیقت کیا ہے وہ خود آپ کو نظر آئے گی اور جان و ایمان کی حفاظت بھی ہوگی۔ لیکن یاد رکھیں اصل فائدہ تبھی ہوگا جب سورہ کہف کو سمجھ کر پڑھیں یا کم از کم سورہ کہف کی تعلیمات کا استحضار ہو اور یہ معلوم ہو کہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا سبق دیا ہے۔ ظہور امام مہدی، خروج دجال اور نزول عیسی علیہ السلام کے قریبی زمانے کی بہت سی علامات احادیث میں مذکور ہیں جنہیں علامات قیامت کہا جاتا ہے۔ ان احادیث کو مکمل طور پر اس مختصر مضمون میں لکھنا ممکن نہیں البتہ صرف ان علامات کی ایک فہرست بتا دیتا ہوں، تاکہ ہمیں یہ احساس ہو سکے کہ ہم کس دور میں موجود ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

۱۔ پہلی امتوں کی روش اختیار کرنا، ۲۔ مساجد کو سجانا، ۳۔ مدینے سے آگ کا نکلنا، ۴۔ سود کا عام ہو جانا، ۵۔ خلافت کا ختم ہو جانا، ۶۔ علماء کا پے در پے قتل ہونا، ۷۔ فالج کا عام ہو جانا، ۸۔ وقت کا تیزی سے گزرنا، ۹۔ چاند کی پہلی تاریخ میں اختلاف ہونا، ۱۰۔ جدید ٹیکنالوجی، کمپیوٹرز، چِپ اور ریکارڈنگ سسٹم کا عام ہو جانا، ۱۱۔ منافق لوگوں کا حکمران بننا، ۱۲۔ تیسری جنگِ عظیم، ۱۳۔ فتنوں کا ظہور، ۱۴۔ دین پر چلنا اتنا مشکل ہو جائے کہ جیسے ہاتھ میں انگارے پکڑنا (یاد رہے دین صرف نماز روزے کا نام نہیں، بلکہ دین عقائد، عبادات، رسومات، معاشرت، معیشت، اور سیاست کے مجموعے کا نام ہے۔ آج کل پہلی تین چیزوں پر چلنا آسان ہے جبکہ دوسری تین چیزوں پر شریعت کے مطابق عمل کرنا ناممکن بنا دیا گیا ہے۔)، ۱۵۔ شہروں میں اپنا دین ایمان بچانا مشکل ہو جائے گا، وہی محفوظ ہوگا جو پہاڑوں یا دور دراز دیہاتوں میں نکل جائے، ۱۶۔ مسلمان ممالک خاص طور پر عراق، شام وغیرہ پر اقتصادی پابندیاں لگنا، ۱۷۔ اہل شام پر غلہ اور پیسہ بند کر دیا جائے گا، ۱۸۔ عرب کی بحری ناکہ بندی، ۱۹۔ مدینہ کی ناکہ بندی، ۲۰۔ مسجد نبوی کا دور سے سفید محل کی طرح نظر آنا، ۲۱۔ یمن اور شام میں بڑے بڑے فتنوں اور شیطان کے سینگ کا ظاہر ہونا، ۲۲۔ بیت المقدس میں یہودیوں کا قوت پکڑنا، ۲۳۔ عرب عورت پچیس درہم میں فروخت ہوگی، ۲۴۔ دریائے فرات پر جنگ۔

خروج امام مہدی کی چند علامات: ۲۵۔ حج کے موقع پر منی میں قتل عام ہوگا، ۲۶۔ رمضان میں ایک آواز آئے گی جس سے لوگ بیہوش اور بہرے ہونگے، ۲۷۔ ایک سفیانی شخص شام سے نکلے گا جس کا سر بڑا، چہرہ چیچک زدہ اور آنکھ میں سفید دھبہ ہوگا، شروع میں اسے ایک نجات دہندہ کے طور پر متعارف کرایا جائے گا لیکن بعد میں وہ بہت قتل عام کرے گا یہاں تک کے عورتوں کے پیٹ سے بچے نکال نکال کر قتل کرے گا، ۲۸۔ نفس زکیہ یعنی کسی نیک ہستی بزرگ کا قتل ہوگا جس پر ساری امت یہاں تک کہ فرشتے بھی غضبناک ہوں گے اس کے فورا بعد امام مہدی کا ظہور ہوگا، ۲۹۔ خراسان سے کالے جھنڈوں کا نکلنا۔

اس حوالے سے مزید تفصیلات اور احادیث کے لئے دجال، امام مہدی کے موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کریں۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے ہمیں دجال کے دجل اور فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

فرقہ واریت ہے کیا؟

(حامد کمال الدین)

ایک چیز کے معنی ومفہوم کی تحدید ہوئے بغیر اس کی تعریف یا مذمت کی گردان ہونے لگ جائے تو عموماً یہ کسی فکری واردات کا سبب بن جاتی ہے۔ ’فرقہ واریت‘ ایسی ہی ایک اصطلاح ہے جس کی مذمت کا ڈھنڈورا بہت پیٹا جاتا ہے مگر اس کا مطلب بہت کم لوگ بتا سکتے ہیں۔ یا یوں کہیے جس کی مذمت کرنے پر سب کو لگا دیا گیا ہے مگر اس کے مفہوم کا تعین چند لوگوں کا کام ہے!

’فرقہ واریت‘ کو آج تک کوئی شخص اچھا کہتے نہیں سنا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس کا معنی کون متعین کرے؟

تفرقہ کی مذمت قرآن میں کی گئی ہے۔ احادیث میں اس کی شناعت بیان ہوئی ہے۔ مگر قرآن اور احادیث کے اندر کیا یہ اسی معنی میں مذموم ہے جس معنی میں اس کی مذمت ہمارا میڈیا کرتا ہے اور جس معنی میں اس کی مذمت ہمارے عوام اور خواص کے یہاں ہوتی ہے یا پھر تفرقہ سے قرآن اور احادیث کی مراد اس سے مختلف ہے جو تفرقہ کے لفظ سے یہاں ہمارا معاشرہ مراد لیتا ہے؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ’’تفرقہ‘‘ سے متعلق ہم کچھ ایسے علمی مصادر سے رجوع کرلیں جو اُمت کے ہاں تاریخی طور پر معتبر جانے جاتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ مفسرین امت ’تفرقہ‘ کی کیا تفسیر کرتے ہیں اور آپ کا میڈیا اس کی تفسیر کیا کرتا ہے‘‘۔

’’تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو خیر کی طرف بلائیں، امر بالمعروف کریں اور نہی عن المنکر۔ یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

’’کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلے کھلے دلائل آجانے کے بعد پھر اختلافات میں مبتلا ہوئے۔ یہی لوگ ہیں جن کیلئے ایک بڑا عذاب ہے جس دن کچھ چہرے روشن وشاداب ہوں گے اور کچھ کا منہ کالا ہوگا۔ جن کا منہ کالا ہوگا (ان سے کہا جائے گا) کیا نعمت ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ روش اختیار کی؟ اب اس کفر کے صلہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔ ’’رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے تو وہ ا؟ کے سایہء رحمت میں ہوں گے اور (پھر) ہمیشہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے‘‘۔ [(آل عمران:104)]

آیئے دیکھتے ہیں ان آیات کی تفسیر میں امت کے مشہور ترین مفسر امام ابن کثیر کیا کہتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں ضرور ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے جو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے معاملے کو لے کر کھڑا ہونے پر متعین ہو جائے]واولٰئک ھم المفلحون ’’یہی لوگ فلاح پائیں گے [ضحاک کہتے ہیں: ’’یہ صحابہ اور رواہ حدیث میں سے خواص ہیں جو جہاد اور علم کا حق ادا کرتے رہے‘‘۔ ابو جعفر باقر کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے آیت]ولتکن منکم امت یدعون الی الخیر ’’تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی رہنے چاہئیں جو خیر کی طرف بلائیں‘‘ [پڑھی پھر فرمایا: (یہاں) خیر (سے مراد) ہے قرآن اور میری سنت کی اتباع۔ اس کو ابن مردویہ نے روایت کیا۔

’’اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اس اُمت کا ایک گروہ اس (دعوت الی الخیر وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کی) ذمہ داری کو اٹھائے رہے اگرچہ یہ بات اُمت کے ہر فرد پر ہی حسب استطاعت فرض ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ اُسے ہاتھ سے روکے۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے جبکہ ایک روایت کے الفاظ ہیں: اس کے بعد رائی برابر بھی ایمان نہیں۔

ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء ھم البینات ’’کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلے کھلے دلائل آجانے کے بعد پھر اختلاف میں مبتلا ہوئے‘‘ [یہاں اللہ تعالیٰ اس امت کو ممانعت فرما رہا ہے کہ یہ بھی پچھلی امتوں کی طرح ہو جائے جو کہ افتراق اور اختلاف کا شکار ہوئیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھیں۔ جبکہ ان پر حجت قائم ہو چکی تھی۔ امام احمد عبداللہ بن یحیی سے روایت کرتے ہیں، کہا: ہم نے معاویہ بن ابی سفیان کے ساتھ حج کیا۔ جب مکہ آئے تو (معاویہ) نماز ظہر ادا کرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں اہل کتاب اپنے دین کے اندر بہتر بہتر فرقوں میں بٹے۔ یہ اُمت تہتر راستوں ____ یعنی اھواء ____ میں بٹ جائے گی۔ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے۔ سوائے ایک کے جو کہ (اصل) جماعت ہوگی۔ اور میری اُمت میں بہت سے ایسے گروہ ہوں گے جن میں (مبنی بر بدعت) اھواء وخواہشات یوں سرایت کر جائیں گی جیسے باؤلے کتے کے کاٹے میں اس کا زہر سرایت کر جاتا ہے۔ اس کی کوئی رگ کوئی جوڑ اس کے اثر سے سلامت نہیں رہتا۔ اے عرب کے لوگو! اللہ کی قسم اگر تم اس وقت اپنے نبی کے لائے ہوئے (دین) کو لے کر کھڑے نہ

ہوئے تو دوسرے لوگ بالاُولیٰ یہ کام کرنے والے نہ ہوں گے“]یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون ”جس دن کچھ چہرے روشن وشاداب ہوں گے اور کچھ کا منہ کالا ہوگا۔ جن کا منہ کالا ہوگا (ان سے کہا جائے گا) کیا نعمت ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ روش اختیار کی؟ اب اس کفر کے صلہ میں عذاب چکھو“ [یعنی روز قیامت اہل سنت وجماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت وتفرقہ کے چہرے سیاہ ہونگے۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس نے کی ہے“۔

آیت؛ ولاتکونوا کالذین تفرقوا۔۔۔ الخ کے تحت تفسیر قرطبی میں آیا ہے:

”یعنی یہود ونصاری کی طرح مت ہو۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔ ان میں سے بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد اس اُمت میں سے اہل بدعت ہیں“۔ [دیکھیے تفسیر قرطبی جلد چہارم۔

سورہ بقرہ کی آیت 213 کی تفسیر میں امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

”اسی لئے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں فرمایا ہے]وانزل معھم الکتاب لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم ”ا? نے ان (انبیاء) کے ساتھ کتاب نازل کی کہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات کا فیصلہ فرما دے۔ اس میں اختلاف دراصل انہی لوگوں نے، باہم سرکشی کرتے ہوئے، کیا جن کو یہ کتاب ملی تھی جبکہ علم ان کے پاس آچکا تھا“ [......یعنی ان پر حجتیں قائم ہو چکنے کے بعد، جس کا سبب ان کی باہم زیادتی وسرکشی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا]فھدی ا? الذین آمنوا لما اختلف فیہ من الحق باذنہ ”چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنے حکم سے ایمان والوں کو اختلافات میں سے ہدایت نصیب فرما دی“ [یعنی بوقت اختلاف وہ لوگ اسی مذہب پر قائم رہے جو اختلاف پیدا ہونے سے پہلے (انکے) انبیاء لے کر آئے تھے، ایک اللہ کیلئے دین کو خالص کئے رہے، بلاشرکت غیرے اس کی عبادت پر کاربند رہے، نمازوں کو قائم اور زکوٰت ادا کرتے رہے اور اس طریقے سے اس پہلے والے منہج پر ہی قائم رہے جو اختلاف وتفرقہ ہونے سے قبل موجود تھا اور اختلاف سے دور اور کنارہ کش رہے اور قیامت کے روز لوگوں پر گواہ ٹھہرے“۔

سورہ الانعام کی آیت {ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً لست منھم فی شیء انما امرھم الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون ”جن لوگوں نے اپنے دین کو فرقوں میں بانٹ دیا اور ٹولوں میں منقسم ہو گئے تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے پھر وہی ان کو بتائے گا کہ یہ کیا کرتے رہے ہیں“{ کی تفسیر میں امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

''}وکانوا شیعاً ''اور ٹولے فرقے بن گئے'{ یہ لوگ خوارج ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے یہ اہل بدعت ہیں۔ جبکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت ان سبھی لوگوں کو شامل ہے جو دین کو چھوڑتے اور اس میں اختلاف کرتے ہیں'۔

چنانچہ تفرقہ سے مراد، متقدمین اہل علم کے نزدیک، اس راستے کو ترک کرنا ہے جس پر رسول اللہ اور صحابہ کرام رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل تفرقہ سے مراد مفسرین ومحدثین کے نزدیک اہل بدعت ہیں اور اہل اھواء۔ کیونکہ دین میں ایک نیا راستہ ایجاد کر کے آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے راستہ سے خود بخود علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ تفرقہ بنیادی طور پر حق سے علیحدگی ہے۔

مگر واضح رہے کہ اہل بدعت سے مراد یہاں ہر وہ شخص نہیں جو کسی عملی بدعت کا شکار ہے۔ گو عملی بدعات بھی بُری ہیں مگر اہل تفرقہ سے مراد وہ اہل بدعت ہیں جو ایک ایسی اعتقادی بدعت کو اختیار کرتے ہیں جس کا صحابہ وسلف کے راستے سے متصادم ہونا اہل حق کے نزدیک واضح اور معلوم ہو۔ جیسے خوارج، روافض، مرجئہ، جہمیہ، معتزلہ، شرکیہ تصوف [تصوف کی وہ صورتیں یہاں مقصود نہیں جن کے حامل شرک سے اجتناب کرتے ہیں اور شریعت کا التزام۔] وغیرہ۔ یہ تو ہوئے پرانے دور کے گمراہ بدعتی فرقے۔ موجودہ دور کے فتنوں میں اُمت کے بہت سے معتبر علماء مثلاً مصر کے مشہور محدث علامہ احمد شاکر، مفتی حجاز شیخ محمد بن ابراہیم، علامہ حمود العقلا، شیخ سفر الحوالی، شیخ علی الخضیری اور محمد قطب وغیرہ ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں مگر سماجی علوم اور نظامہائے مملکت کے معاملے میں سیکولر نظریات کے پیروکار ہیں، بدعتی ٹولوں میں شمار کرتے ہیں۔ 'مسلم سوشلسٹوں' کو بھی اسی زمرے میں شمار کیا جاتا رہا ہے۔ مزید برآں موجودہ دور کے بدعتی ٹولوں میں نیچریت، عقل پرستی، قوم پرستی، ادب پرستی اور انسان پرستی ایسے نظریات قبول کرنے والوں کو بھی شمار کیا گیا ہے اور اُمت کے اہل علم میں سے ایک معتدبہ تعداد اس اعتبار کو درست سمجھتی ہے۔

یہ سب ٹولے اہل تفرقہ ہیں کیونکہ حق سے علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔ ان سب کو جس حال میں وہ ہیں اکٹھا ہو جانے کیلئے کہنا اور اپنے 'اختلافات' پر مٹی ڈالنے کی تلقین کرنا وحدت اُمت نہیں۔ ہاں البتہ ان کو حق پر لے آنے کی کوشش کرنا، ان کو احسن انداز میں دین کی حقیقت سکھانا اور پھر حق کی بنیاد پر ان کو مجتمع کرنا اور اس معنی میں اُمت کی شیرازہ بندی کرنا ضرور دین میں مطلوب ہے۔ خاص طور پر اس لئے کہ حق سے جہالت اس وقت معاشرے میں عام ہے اور کوئی شخص اگر کسی گمراہی پر ہے تو اس کو سب سے پہلے علم کے حقائق سے روشناس کرانا ضروری ہے نہ کہ اس پر بدعتی ہونے کا فتوی لگانا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے راستے کو بہر حال گمراہی سمجھا جائے گا گو اس شخص سے، اس کی

لاعلمی یا ان شبہات کے پیش نظر جن کا وہ شکار ہے، نرمی برتی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا بے شمار بدعتی فرقوں میں بٹ جانا اور ہلاکت کا شکار ہونا احادیث کی ایک کثیر تعداد میں وارد ہوا ہے۔ ان احادیث کو یونہی نظر انداز کر دینا یا ان روایات کے ذکر کو تفرقہ بازی کا سبب جاننا نہ تو علم کا تقاضا ہے اور نہ ہی دانش کا۔ (تہتر) فرقوں والی حدیث کی بابت امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح مشہور ہے اور سنن ومسانید کی کتابوں ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں روایت ہوئی ہے (فتاوی ابن تیمیہ) مزید برآں ان احادیث کے صحیح ہونے کی تصریح امام حاکم، امام ذھبی، امام ابن حجر، امام شاطبی، مناوی، ابن ابی عاصم، سیوطی اور البانی رحمہم اللہ ایسے ائمہ حدیث نے کی ہے۔

ان سب احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود یہ صراحت فرمائی ہے کہ یہ سب فرقے دوزخ کی راہ پر ہوں گے۔ یعنی ان کی راہ پر چلنا مستوجب عذاب ہوگا قطع نظر اس امکان سے کہ یہ عذاب وقتی ہو نہ کہ ہیشگی کا، اور قطع نظر اس احتمال سے کہ کوئی شخص اپنی لاعلمی یا اپنے شبہات وتاویلات کے باعث اس راستے پر ہونے کے باوجود معذور بھی ہوسکتا ہے...... البتہ ان کی راہ وہ راہ ہوگی جو آدمی کو جہنم میں پہنچا دے۔

پھر ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ نجات کا مستحق گروہ صرف ایک ہوگا۔ سوال کیا جانے پر آپ نے اس کا کوئی نام بتانے کی بجائے ایک وصف بیان فرما دیا: من انا علیہ واصحابی یعنی ”وہ جو میرے راستہ پر ہوں اور میرے صحابہ کے راستے پر“۔

تفرقہ یہ ہوگا کہ آدمی اس فرقہء ناجیہ کے راستے سے مختلف راستہ اختیار کر لے۔

’تفرقہ‘ اور ’تنازع‘ کی بابت آپ متقدمین علماء ومحدثین اور فقہاء ومفسرین اُمت کی نصوص کا تتبع فرمائیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ تفرقہ، جو کہ اسلام میں بہت بڑا گناہ ہے، دو صورتوں میں پایا جاسکتا ہے: ایک یہ کہ جہاں شریعت ہرگز اختلاف کی کوئی گنجائش نہ رکھے وہاں لوگوں کو اختلاف کرنے دیا جائے اور دوسری صورت یہ کہ جہاں شریعت اختلاف کی گنجائش رکھے وہاں اختلاف کی اجازت نہ دی جائے اور وہاں ہر آدمی دوسرے کو اپنی یا اپنے امام کی راہ پر لے آنے پر ہی ضد کرے۔ تفرقہ کی یہ دونوں صورتیں مہلک ہیں۔ بلکہ یہ دو انتہائیں ہیں۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد تفرقہ کی پہلی صورت میں ملوث ہے اور ایک خاصی بڑی تعداد اس کے بالمقابل تفرقہ کی دوسری صورت کا شکار ہے۔ یہاں ہم ان دونوں صورتوں کی کچھ وضاحت کریں گے۔

تفرقہ کی پہلی صورت:

یعنی جہاں اختلاف شرعاً حرام ہو وہاں اختلاف کی گنجائش رکھنا۔ وہاں اختلاف ہو جانے کو برداشت کرنا یا قدرت رکھتے ہوئے اس پر سکوت اختیار کر لینا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقوں میں سے دین پسند لوگ 'رواداری' کے اس باطل مفہوم کا شکار ہیں۔ ان حضرات کا عمومی مسلک یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کو 'غلط' نہ کہا جائے۔ اپنے کام سے کام رکھا جائے اور کسی گروہ کے عقیدے پر بھی 'تنقید' نہ کی جائے اور یہ کہ کوئی جیسا بھی اعتقاد رکھتا ہو اپنی اپنی جگہ سب 'صحیح' ہیں۔ کوئی شرک کرے، کوئی صحابہ سے بغض رکھے، کوئی معاذ ا؟ خدا کی صفات کا تیا پانچہ کرے...... یہ اپنے اپنے اعتقاد کی بات ہے کسی کو اس کے اعتقاد کے معاملے میں نہ چھیڑا جائے!

یہ مسلک اگر ان معاملات میں اختیار کیا جائے جن میں شریعت کی جانب سے اختلاف کی گنجائش ہے تو بلاشبہ درست ہے۔ مگر دین کے کچھ امور ایسے ہیں جو طے شدہ ہیں اور ان میں لوگوں کو اختلاف کی اجازت دینا تفرقہ کی بدترین صورت ہے اور اسلام کے حق میں صریح ترین جرم۔

وہ کونسے مسائل ہیں جن میں شریعت اختلاف کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتی؟ یہ اصولِ دین ہیں۔ شریعت کے مسلمات ہیں۔ اسلام کے بنیادی حقائق ہیں۔ صحابہ کا اجماع ہے۔ وہ امور ہیں جو قرون اولی (ثلاثہ) میں متفق علیہ جانے گئے۔ مثلاً شرک کی حرمت وشناعت، توحید کا وجوب، رسالت خصوصاً ختم نبوت پر یقین، بقیہ ارکان ایمان، ارکان اسلام (شہادتین، نماز، زکوٰت، روزہ، حج) اور دین کے معلوم فرائض مثل امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد وغیرہ) انبیاء کی تعظیم، صحابہ واہل بیت کی حرمت، دین کے معلوم محرمات مثلاً سود، شراب، بدکاری، بے حیائی، فحاشی وغیرہ کو حرام اور لازمِ اجتناب جاننا وغیرہ وغیرہ۔

کوئی شخص اگر ان معاملات میں 'اختلاف' کرتا ہے یا ان معاملات میں سے کسی معاملے کو 'اختلافی مسئلہ' سمجھتا ہے تو وہ ظلم عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اصول دین میں اختلاف کی گنجائش کہاں؟ یہی تو تفرقہ ہے۔

اُمت میں اگر کہیں شرک کے بعض افعال ہونے لگتے ہیں مثلاً اولیاء وصالحین کو حاجت روائی کیلئے پکارا جانے لگتا ہے، قبروں میں پڑے مردوں سے دُعائیں ہوتی ہیں، 'وحدت الوجود' کی صورت میں خالق کو مخلوق سے ملا دیا جاتا ہے اور مخلوق کو خالق کے ساتھ یکجا کر دیا جاتا ہے، اللہ کی شریعت کے بجائے غیر اللہ کا قانون چلایا اور تسلیم کیا جاتا ہے ......تو شرک کے ان مظاہر سے صرف نظر کر لینا اور ان معاملات میں لوگوں کو اپنے اپنے اعتقاد پر چھوڑ دینے کو ضروری

سمجھنا دراصل تفرقہ کی اجازت دینا ہے۔ ایسے مسائل میں کسی کو اختلاف کا حق دینا عین تفرقہ پروری ہے بلکہ یہ فرقہ واریت کی بدترین صورت ہے۔

کوئی اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتا ہے، کوئی جنس عمل کو ایمان سے مطلقاً خارج قرار دیتا ہے، کوئی رسول اللہ کی سنت کو حجت ماننے سے انکاری ہے، کوئی دین کے معلوم حقائق کو اپنی عقل کی کسوٹی پر چڑھاتا ہے، کوئی نیچریت کے فلسفیوں سے متاثر ہو کر دین کے مسلمہ عقائد کو نظر ثانی کے قابل سمجھتا ہے، کوئی فرائڈ یا ڈارکائم یا کارل مارکس ایسوں کی ضلالت کیلئے اسلام میں جگہ ڈھونڈتا ہے، کوئی سیکولرزم کو داخل اسلام کرنے کے درپے ہے، روافض یا خوارج کے مذہب پر چل کر کوئی صحابہ یا اہل بیت کی حرمت پر حرف آنا گوارا کرتا ہے یا ایسی کتب کو اپنے لئے مستند مرجع مانتا ہے جو صحابہ کی توہین سے بھری ہوئی ہیں ...... تو اس کو ایسا کرنے دینا دین کو مسخ کرنے کی اجازت دینا ہے۔ یہ رسول ا? اور صحابہ کے راستے سے علیحدگی کو جواز دینا ہے۔ ان گمراہ راستوں پر چلنے والوں کا 'اتحاد' اسلام کو ہرگز مطلوب نہیں۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا 'وحدت اُمت' نہیں۔ باطل پر چلنا بجائے خود تفرقہ ہے جیسا کہ (تہتر) فرقوں والی احادیث سے ثابت ہے۔ اس پر اگر آپ لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں تو یہ لوگوں کو تفرقہ پر اکٹھا کرنا ہے۔

چانچہ آج بہت سے لوگ جس بات کو 'رواداری' اور 'اتحاد بین المسلمین' سمجھتے ہیں اور کسی کے صریح باطل راستے کو باطل کہہ دینا اجتماع کے منافی جانتے ہیں ان کا یہ طرز فکر عین تفرقہ پروری ہے بے شک وہ اس کو اتحاد اور یک جہتی کا نام دیں۔

تفرقہ کی دوسری صورت:

یعنی جہاں اختلاف کی شرعاً گنجائش ہو وہاں لوگوں کو اختلاف کا حق نہ دینا۔ وہاں بھی لوگوں کو ایک خاص رائے پر چلنے کا پابند کرنا اور اگر وہ اس پر نہ چلیں تو ان سے اس طرح پیش آنا جس طرح کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے۔ یہ ایک دوسری انتہاء ہے اور بہت سے متشدد لوگ تفرقہ کی اس صورت کا شکار ہیں۔

علماء وفقہائے اُمت کی غالب ترین اکثریت بشمول حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری اور اہل الحدیث وغیرہ وغیرہ ایسے فقہی مسالک کو فرقہ ء ناجیہ میں شمار کرتی آئی ہے۔ یہ کئی فرقے نہیں دراصل ایک ہی فرقہ ہے اور ان سب کا ایک سے علمی اور شرعی مصادر پر اتفاق ہے۔ علماوفقہائے اُمت کے ہاں صدیوں تک یہ اعتبار قائم رہا ہے۔ عقیدہ کی کوئی بڑی خرابی نہ ہو تو یہ فقہی مذاہب اُمت کے معتبر مذاہب ہیں اور فقہی اختلاف کے باوجود یہ ایک جماعت ہیں اور سب کے

سب اہل سنت و جماعت کی ذیل میں آتے ہیں۔ ان کا اختلاف وہ اختلاف ہے جس کی عمومی معنی میں علمائے اُمت کے ہاں گنجائش جانی گئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ نصوص کے فہم اور ترجیح اور استقصاء میں ہونے والا اختلاف ہے۔ اجتہادی مسائل میں ہونے والا اختلاف ہے۔ یہ 'اختلافِ مذموم' نہیں بلکہ اصطلاحی طور پر یہ 'اختلافِ سائغ' ہے۔

نصوص کے فہم وجمع کے اندر صحابہ تک میں اختلاف ہوا۔ علماء صحابہ کے فتاوی ایک دوسرے سے مختلف ہوئے۔ کسی نے دوسرے سے اپنی رائے منوانے پر اصرار نہیں کیا۔ یہی طرزِ عمل تابعین اور اتباع تابعین میں چلتا رہا۔ کسی نے ایک دوسرے کو اپنے سے مختلف رائے رکھنے پر، بُرا بھلا نہ کہا۔ کسی نے اس بنیاد پر گروہ بندی نہ کی۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں یہی صحابہ وتابعین واتباع تابعین ہیں جو گمراہ فرقوں کے خلاف یک آواز ہو جاتے رہے۔ ان کے خلاف شدید ترین رویہ اختیار کرتے رہے۔ اہل بدعت کو اپنی مجلس تک سے اٹھا دیتے رہے۔ حجت قائم کر دینے کے بعد ان کا منہ دیکھنا تک گوارا نہ کرتے تھے۔ روافض، خوارج، قدریہ، جہمیہ اور معتزلہ کے خلاف ان کے باقاعدہ فتاوی موجود ہیں۔ گمراہ فرقوں کے خلاف امام ابوحنیفہ کے مناظرے، امام مالک، امام شافعی، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی اور حسن بصری کے سخت ترین مواقف اور امام احمد بن حنبل کا جہاد آخر کس سے پوشیدہ ہے۔ جبکہ خود ان ائمہ کا آپس میں بھی کثیر مسائل پر اختلاف ہوا مگر کیا انہوں نے فقہی اختلافات ہو جانے پر آپس میں ایک دوسرے پر بھی کبھی فتوے لگائے اور جس طرح بدعتی ٹولوں کو جہنم کی وعیدیں تک سنا دیا کرتے تھے کیا آپس میں بھی یہ رویہ رکھا؟ بات یہ ہے کہ وہ عقائدی اختلاف اور فقہی اختلاف میں فرق کو سمجھتے تھے۔ آج یہ فرق ہی ہم میں سے اکثریت کی نظر سے روپوش ہو گیا ہے۔

اسلام کے قرون اولی یعنی صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین ...... ان قرون ثلاثہ کو سلف کہا جاتا ہے۔ ایک طرف گمراہ ٹولوں کے ساتھ سلف نے کیا طرزِ عمل اختیار کیا اور دوسری طرف اپنے فقہی اختلافات کے معاملے میں کیا عمومی روش اختیار کی، یہ ہمارے لئے ایک بہترین نمونہ ہو سکتا ہے اور ایک متوازن منہج اپنانے کی بہترین بنیاد بھی۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ فروعات میں اختلاف ہو جانے کے باوجود سلف کے مابین باہمی محبت و ہمدردی اور آپس کے تعلقات کی گرمجوشی میں کبھی کوئی کمی نہ آئی۔ اجتہاد مختلف ہو جانے کے باوجود وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اُمت کی شیرازہ بندی کرتے رہے۔ اہلسنت کے دائرے کے اندر جتنے فقہی مذہب ہیں وہ اپنی اپنی رائے پر رہتے ہوئے بھی باہم یکجا ہو سکتے ہیں۔ ان کا اتحاد دین میں مطلوب ہے۔

فروعات کے فہم واستنباط اور مسائل احکام سے متعلق نصوص کے جمع وتحقیق میں ائمہءدین کا جواختلاف ہوا، اور اس سے پہلے کسی حدتک یہ صحابہ میں ہوا، وہ ایک معروف تاریخی واقعہ ہے۔ ان مسائل میں محاذ آرائی کی راہ اپنانا اور اپنے مذہب کیلئے تعصب رکھنا زیادتی ہے اور تفرقہ کی ایک صورت۔ حنفی شافعی وغیرہ مذاہب کا اختلاف اُمت کے بڑے بڑے محدثین اور مفسرین اور فقہاء کی نظر سے گزرا ہے۔ کسی نے نہ توان امور میں تعصب کی اجازت دی اور نہ یہ مطالبہ کیا کہ ان فقہی مذاہب کو یکسر ختم ہونا چاہیے اور نہ اس بات کو فرض کیا کہ فقہی مسائل میں پوری اُمت کو ایک ہی رائے اور ایک ہی فہم اور ایک ہی مذہب پر جمع ہونا چاہیے۔ ائمہ دین نے ان مسائل میں اختلاف ہو جانے کی گنجائش رکھی البتہ تعصب سے ممانعت کی۔

البتہ آج معاملہ اس سے خاصا برعکس ہے۔ دین کے فرعی مسائل میں بہت سے لوگ آج لوگوں سے یہ تقاضا کر رہے ہیں کہ سب کے سب انہی کے مذہب یا انہی کی رائے یا انہی کے فہم پر آئیں بصورت دیگر وہ ان کو انما ھم فی شقاق کے مصداق صاف گمراہی پر جانیں گے۔ اس طرز فکر کے باعث ایک فقہی مذہب کا شخص دوسرے مذہب والے کے پیچھے نماز ادا کرنے تک کا روادار نہیں۔ سیاسی مجبوری ہو تو الگ مسئلہ ہے دل سے ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے کیلئے تیار نہیں گویا کہ وہ خود حق پر ہے اور دوسرا باطل پر! یہ یقیناً تفرقہ ہے اور تنازع بھی۔

ولاتنازعوا فتفشلو اوتذھب ریحکم (الانفال:)

”آپس میں تنازع مت کرو۔ ورنہ تمہارا زور جاتا رہے گا اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی“۔

صحابہ سے بہتر کوئی دور اس اُمت پر نہیں آ سکتا۔ نصوص کے فہم میں اختلاف صحابہ میں بھی ہوا حتی کہ خود رسول ا؟ کے دور میں ہوا اور آپ نے بعد والی نسلوں کو سمجھانے کیلئے کہ دین میں اس کی گنجائش ہے، اس پر سکوت فرمایا۔ جبکہ سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ کا کسی بات سے سکوت فرمانا باقاعدہ شریعت ہے۔

”عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، کہا: رسول ا؟ نے غزوہ احزاب کے اختتام پر منادی فرمائی کہ کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ کے ہاں (پہنچ کر)۔ تب (راستے میں) کچھ لوگوں کو اندیشہ ہوا کہ نماز کا وقت گزر جانے والا ہے۔ انہوں نے بنی قریظہ کے (ہاں پہنچنے سے) پہلے ہی نماز پڑھ لی۔ جبکہ دوسرے لوگ بولے ہم تو نماز وہیں پڑھیں گے جہاں ہم کو رسول اللہ نے حکم دیا بے شک نماز کا وقت فوت کیوں نہ ہو جائے۔ تب آپ نے فریقین میں سے کسی ایک کو بھی سرزنش نہ کی“۔

’’جمہور علماء نے مذکورہ حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جو آدمی اجتہاد کرے اس کو گناہ گار نہ ٹھہرایا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ نے فریقین میں سے کسی ایک کو بھی بُرا یا غلط نہ کہا۔ چنانچہ اگر یہ گناہ ہوتا تو آپ اس فریق کو ضرور تنبیہ کرتے جس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہوتا‘‘۔

جہاں تک روایات کے قبول کرنے میں اختلاف ہو جانے کا معاملہ ہے تو اس کی نوبت صحابہ کی زندگی میں ظاہر ہے کم ہی آسکتی تھی۔ سب کے سب صحابہ عدول تھے۔ راویوں کی جرح و تعدیل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بے نیاز کر رکھا تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ کوئی روایت کسی صحابی تک نہ پہنچے اور اس بات کے متعدد واقعات مذکور ہوئے ہیں جہاں کسی صحابی نے نص معلوم نہ ہونے کے باعث اجتہاد کیا۔ روایات کی چھان پھٹک بعد کی نسلوں کی ایک ضرورت تھی صحابہ کی زندگی میں اس کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ اس کے باوجود چند ایک واقعات پھر بھی ایسے ملتے ہیں جن میں بعض صحابہ بعض روایات کی بابت توقف یا حتی کہ بعض اوقات اختلاف کرتے ہوئے بھی پائے گئے۔ موضوع کی طوالت کے پیش نظر اس پر گفتگو کا یہ محل نہیں۔

البتہ صحابہ کے بعد کے ادوار میں قبول روایات کے اندر اختلاف کا بڑھ جانا ایک طبعی واقعہ تھا۔ خصوصاً جب عالم اسلام میں ایک بڑی توسیع ہوئی اور جہاد و تعلیم و امارت کی ضرورت کے پیش نظر ذخیرہ احادیث اور رواہ احادیث مختلف ملکوں میں پھیل گئے۔ اس معاملے میں بھی سلف کے مابین شدت نہ اپنائی گئی۔ روایات کی تصحیح و تضعیف اور ترجیح کا معاملہ اہل علم میں ہمیشہ سے چلتا ہی آیا ہے۔ بعض روایات ایسی ہیں کہ ایک ایک حدیث پر بحث کیلئے ضخیم کتب تک لکھی گئیں۔ ان معاملات میں کوئی کتنی تحقیق کر سکتا ہے یہ ہر شخص کی ہمت پر ہے۔ اس بنیاد پر محاذ آرائی کی بہرحال گنجائش نہیں۔ پھر اہل علم میں تعارضِ ادلہ ایک بڑے اختلاف کا سبب بن جاتا رہا ہے اور مختلف لوگ اس تعارض کے ازالہ کے معاملے میں مختلف طریقے اپناتے رہے ہیں۔ ان سب معاملات میں علمی اختلاف کی پوری گنجائش ہے۔ بحث و نظر اور تحقیق و مطالعہ کی ضرورت مسلم ہے۔ تبادل آراء اور مناقشہ و تصحیح ان معاملات میں ایک برحق موقف ہے۔ مگر تفرقہ و نزاع اور گروہ بندی کی اجازت نہیں۔ فقہی اختلافات کا ہو جانا ہرگز نقصان دہ نہیں البتہ اس کی بنیاد پر دھڑے بندی ہونے لگنا نقصان دہ ہے۔ ایسا کرنا فتنہ بھی ہوگا اور بدعت بھی۔

’’اجتہادی مسائل میں اختلاف صحابہ کے دور سے لے کر آج تک واقع ہوتا آیا ہے۔ سب سے پہلے جو اختلاف ہوا وہ خلفائے راشدین مہدیین کے زمانے میں ہوا پھر صحابہ کے سب ادوار میں رہا۔ پھر تابعین میں ہوا۔ ان میں سے

کسی نے بھی اس پر کسی کو معیوب نہ جانا۔ صحابہ کے بعد والوں میں بھی اسی طرز پر اختلاف ہوا اور اس میں توسیع بھی ہوئی''۔ امام مناوی یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ کہاں اختلاف نا قابل برداشت ہے اور کہاں اس کی اجازت ہے، فرماتے ہیں:

''آسمانی شریعتوں کا اصل محور توحید ہے اور صفات باری تعالیٰ اور ایمان بالغیب مثل جنت، حیات بعد الموت، جزا و سزا، پل صراط، حوض، شفاعت اور عذاب قبر۔ اسی طرح شرعی احکام کی وہ فروعات بھی جن کا وجوب دلیل قطعی سے ثابت ہے مثلاً نماز، زکات، حج اور روزہ۔ اسی طرح وہ محرمات بھی جن کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے...... ان میں سے کسی چیز میں بھی اختلاف جائز نہیں۔ ان میں اختلاف کا کوئی جواز سرے سے ہے نہیں۔ جو ان معاملات میں اختلاف کرے وہ یا تو کافر ہے اور یا پھر گمراہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے......

''ہاں جس چیز میں اختلاف کی گنجائش ہے وہ ہیں شریعت کی وہ فروعات جن کا استخراج اجتہاد اور استنباط ایسے طریقوں سے کیا جاتا ہے...... چنانچہ اس میں علماء کے اختلاف کرنے کی گنجائش ہے اور ہر ایک کو اس کا اجتہاد جس نتیجہ تک پہنچائے وہ اسی پر عمل کرنے کا مجاز ہے''۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

''مسائل احکام میں تو اس قدر اختلاف ہوا ہے کہ اس کا ضبط میں آنا ممکن نہیں۔ اگر کہیں ایسا ہوتا کہ جب بھی کبھی دو مسلمانوں میں کسی مسئلے کی بابت اختلاف ہوتو ایک دوسرے سے قطع تعلقی اختیار کر لی جاتی تو مسلمانوں میں کسی عصمت یا اخوت کا نام تک باقی نہ رہتا''۔

حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

''قاسم بن محمد سے روایت ہے، کہا: مجھے عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول بہت پسند آیا: مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ صحابہ نے (بعض مسائل میں) آپس کے اندر اختلاف نہ کیا ہوتا۔ کیونکہ ان سے اگر ایک ہی قول مروی ہوا ہوتا تو لوگ تنگی میں رہ جاتے، جبکہ صحابہ امام ہیں جن کی اقتدا ہونی چاہیے۔ چنانچہ کوئی شخص کسی ایک صحابی کا قول اختیار کر لے تو اس کیلئے اس کی گنجائش ہے''۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں: یہ ان مسائل میں ہوگا جو اجتہاد سے متعلق ہوں۔

''اسامہ بن زید لیثی سے روایت ہے، کہا: میں نے امام قاسم بن محمد سے سری نماز کے اندر قرات خلف الامام کی

بابت دریافت کیا۔ فرمایا: اگر قرات کرلو تو بھی صحابہ رسول میں سے کچھ لوگوں کی مثال موجود ہے اور اگر نہ کرو تب بھی صحابہ میں سے کچھ لوگوں کی مثال موجود ہے۔

’تفرقہ‘ کے فتنہ سے کیسے نمٹا جائے؟

کسی مسئلے کے حل کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ اس کی بابت ایک شرعی موقف اپنایا جائے، اسی کی تبلیغ کی جائے اور اسی پر محنت سے کامیابی کی اُمید لگائی جائے۔ اس دنیا میں کسی بھی مسئلے کا حل کسی ’جادوئی چھڑی‘ سے کر دینا ممکن نہیں۔

اس مسئلہ میں فقہِ سلف اور منہج اہلسنت پر کام نہ ہونے کے باعث یہاں صورت حال کچھ یوں ہو چکی ہے کہ لوگ تفرقہ کی ایک صورت سے نکلتے ہیں تو دوسری میں جا پڑتے ہیں اور دوسری سے نکلتے ہیں تو پہلی میں واپس آجاتے ہیں۔ فہم دین کے معاملے میں توازن اور جامعیت کا حاصل ہو جانا، کسی قوم کے حق میں خدا کی سب سے بڑی نعمت ہوسکتی ہے۔

دین کے اصول اور فروع کا فہم نہ ہونے کے باعث معاملہ یہ ہو جاتا ہے کہ جس چیز کو وحدتِ اُمت کا نسخہ جان لیا جاتا ہے احادیث کی رو سے وہ عین تفرقہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ جس طرزِ عمل سے خبردار کریں اور جن فرقوں سے اُمت کو متنبہ کریں بلکہ جن فرقوں کو عذاب کی وعید سنائیں ان کے اختلافات پر مٹی ڈال دینا ’تفرقہ‘ کا حل جان لیا جائے نہ کہ ان کی گمراہی کو رد کیا جانا! یا پھر دوسری طرف فرقہ ءناجیہ کو ایک فقہی مذہب پر مجتمع کرتے ہوئے، جو کہ ہرگز شریعت کا مقصد نہیں، لڑائی بھڑائی، محاذ آرائی اور گروہ بندی کی راہ اختیار کرلی جائے!

تفرقہ کی دونوں صورتیں واضح ہو جانے کے بعد ان سے نبرد آزما ہونے کا منہج خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ جہاں تک فرقہ واریت کو ختم کرنے کا تعلق ہے تو آپ اس بات کے مکلّف نہیں کہ آپ اس کو ہر حال میں ختم ہی کر کے رہیں۔ اُمت کے بے شمار (بہتر) فرقوں میں بٹ جانے کی پیشین گوئی خود رسول اللہ نے فرمائی ہے۔ جس طرح کہ اس کے علاوہ اور بھی فتنہ وشر کے کئی واقعات کی آپ نے پیشین گوئی فرمائی ہے۔ ان واقعات کو رونما ہونے سے تو ہم نہیں روک دینے کے البتہ فتنوں کی صورتحال میں اپنا کردار متعین کرنے کے ہم ضرور مکلّف ہیں۔ ’تفرقہ‘ سے نبرد آزما ہونے سے بھی یہی مراد ہے کہ اس میں ہم اپنا وہ کردار ادا کریں جو ہم سے شرعاً مطلوب ہے بغیر اس بات پر انحصار کئے کہ ہم اس فتنہ کو وجود سے ختم کر پائیں گے یا نہیں۔

کسی بھی فتنہ کی بابت شرعی موقف اختیار کرنا اور اس کے عملی تقاضے ادا کرنے میں لگ جانا اس فتنہ کا پھیلاؤ کم کر

دینے کا سبب ضرور ہوسکتا ہے۔ البتہ ایک فتنہ کی بابت ایک ایسا موقف اختیار کرنا جو شریعت سے متعارض ہو بذاتِ خود ایک فتنہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ایسا کرنے سے بہرحال اجتناب ضروری ہے۔

چنانچہ اصل سوال یہ ہونا چاہیے کہ فرقہ واریت کے فتنہ کی بابت ایک مسلمان کا کیا فرض بنتا ہے؟ باقی ہر سوال کا جواب اس کے اندر خود بخود آجائے گا۔

جہاں تک تفرقہ کی پہلی صورت کا تعلق ہے اس کی بابت ہر باسمجھ آدمی پر فرض ہے کہ اُمت کے اندر واقع ہونے والے انحرافات اور گمراہی پر مبنی رجحانات کے آڑے آنے کی حتی الوسع اور باحسن انداز کوشش کرے۔ بدعتی فرقوں کو غلط جانے۔ دین کے مسلمات مانند توحید، خدا کی صفات، آخرت، تقدیر، رسالت، سنت، صحابہ واہل بیت کی حرمت...... کسی چیز پر آنچ آنا برداشت نہ کرے۔ ان مسائل میں اختلاف کو ہلاکت جانے اور ان معاملات میں فرقہء ناجیہ کی راہ سے تمسک رکھے۔ ان معاملات کو ہرگز ہرگز 'اختلافی مسائل' نہ جانے۔ کوئی شخص اگر جہالت یا غلط فہمی کے باعث دین کے مسلمات میں سے کسی امر کی بابت انحراف کی راہ پر چل پڑا ہے تو اس کے ساتھ دوستانہ اور ہمدردانہ انداز میں بحث و گفتگو کرنے میں کوئی بھی حرج نہیں۔ اس کو کوئی اچھی چیز پڑھانا یا سنانا یقیناً مطلوب ہے۔ اس کی سننا اور اس کے شبہات دور کرنا نیکی کا بہترین عمل ہے۔ مگر اس معاملے کو حل کئے بغیر چھوڑ دینا ہرگز درست نہیں۔ ایک انحراف کو ختم کرنے کی کوشش ہونی چاہیے گمراہی کا حتی الامکان سدباب ہونا چاہیے۔ طریقہ بہترین سے بہترین اپنایا جائے مگر اس کام کو ہرگز غیر اہم نہ سمجھا جائے۔

معاشرے میں سمجھداروں کی ایک معقول تعداد اگر اس مشن کو انجام دینے پر تیار ہو جاتی ہے......اصول دین کی بابت حق کی ہر حال میں اتباع کروانے پر مصر اور باطل کی سرکوبی اور گمراہ فرقوں اور گمراہ نظریوں کا راستہ معاشرے میں مسدود کر دینے پر کمربستہ ہو جاتی ہے تو اس رجحان کے نتیجے میں تفرقہ کی اس پہلی صورت کا سدباب ہونے لگے گا۔ مختصر یہ کہ اسلام کے مسلمات اور بنیادی عقائد کی بابت کسی کے ساتھ کوئی مفاہمت نہیں۔ کوئی خوش ہو یا ناراض، کسی فرقے کی اکثریت ہے یا اقلیت......ایک گمراہی کا صاف صاف رد ہونا چاہیے خواہ کوئی اس پر کتنا ہی سٹپٹائے اور گمراہی کا رد کرنے والے کو کیسے ہی بُرے القاب دے۔ اُمت کے اندر اگر ایسے لوگ نہ ہوتے جو اپنے دور کی گمراہیوں کو اسلام سے چھانٹ کر رکھ دیں تو آج اِس اُمت کا بھی معاذ ا؟ وہ حشر ہو چکا ہوتا جو پہلی اُمتوں کا ہوا۔ گمراہیوں کو اسلام کی سند کبھی اور کسی صورت میں نہیں دی جاسکتی۔ گمراہیوں کو اپنے حال پر ہرگز نہیں چھوڑا جاسکتا اس بات کو یقینی بنانا اس اُمت

کی بہترین خدمت ہے۔ یہ اِس اُمت کا اعزاز بھی ہے اور امتیاز بھی کہ اس کا دین خالص اور ہر آلائش سے پاک ہے۔ دین کو ’خالص اور آلائشوں سے پاک‘ رکھنے کی بہر حال کوئی قیمت ہے اور اس کو ادا کر دینا ہر مصلح پر فرض۔

یقیناً آج کے دور میں اس پر بہت سی محنت ہونے کی ضرورت ہے۔ اساسیات دین میں کیے جانے والے انحرافات واختلافات پر مٹی ڈال دینا آسان ہے مگر یہ مسئلے کا حل نہیں۔ یہ ایک بُرائی کو ایک اور بُرائی کے ساتھ رد کرنا ہے۔

جہاں تک تفرقہ کی دوسری صورت کا تعلق ہے تو اس کا سدباب اسی صورت ممکن ہے کہ لوگوں میں دین کے اصول اور فروع کی بابت آگہی پیدا کی جائے۔ اہلسنت کے ہاں جو فقہ الاختلاف رائج رہی ہے اس کی سمجھ عام کی جائے۔ صحابہ کے دور سے لے کر بعد کے ادوار تک فقہی اختلاف کو جس تحمل اور بردباری اور وسیع القلبی کے ساتھ برداشت کیا جاتا رہا اور ان امور میں تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جس طرح آراء کے مابین تبادلہ ہوتا اور قربت پیدا کی جاتی رہی اس منہج کی تعلیم عام کی جائے اور اس رجحان کو دین کے طالب علموں اور تحریکی نوجوانوں اور دین پسند عوام میں زیادہ سے زیادہ پروان چڑھایا جائے۔

اس پر بھی اگر سمجھدار ذہنوں کی ایک معقول تعداد آجاتی ہے اور لوگوں کو علمی وفقہی مسائل میں اختلاف کے آداب سکھانے کا بیڑا اٹھا لیتی ہے تو دیندار طبقوں کو ایک بہترین جہت دی جاسکتی ہے۔

تفرقہ کی ان دونوں صورتوں سے نبرد آزما ہونے کیلئے علم وفہم کا ایک خاص معیار اور سوچ میں ایک خاص درجے کا توازن درکار ہے۔ اس توازن کے نہ ہونے کے باعث صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ جب آپ فرقہ واریت کی مذمت کرتے ہیں اور فقہی مذاہب کے مابین رواداری کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تو اس سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُمت میں پھیلے ہوئے شرک اور کفریہ بدعات اور کچھ کھلی کھلی گمراہیوں کے معاملہ میں بھی شاید آپ ’غیر جانبدار‘ اور ’لاتعلق‘ ہیں! یعنی آپ روشن خیال ہیں! اور اگر آپ شرک اور کفریہ بدعات اور کھلی کھلی گمراہیوں کا رد کرتے پائے جائیں تو ’فرقہ واریت‘ کے مرتکب ٹھہریں! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے اصول اور فروع کی بابت متوازن منہج کا علم قریب قریب مفقود ہے۔ یہ توازن منہج سلف اور اہلسنت کے تحریکی ورثے کا عمیق فہم حاصل کرنے اور اس کو عام کرنے سے ہی آسکتا ہے۔ اس منہج سے آگاہی عام ہونے لگے تو اُمت کے نوجوانوں کو علمی اور تحریکی طور پر ایک متوازن جہت دی جاسکتی ہے۔ ہاں اس پر اگر محنت نہیں ہوتی تو ہر سو غلط فہمیوں کے انبار دکھائی دینا باعث حیرت نہ ہونا چاہیے۔ پھر بے

شک آپ جتنی بھی معقول بات کریں اس صورتحال کی کم از کم قیمت آپ کو یہ دینا پڑے گی کہ آپ کہیں کچھ اور سمجھا بالکل کچھ اور جائے۔ بات کے مانے یا نہ مانے جانے کی نوبت تو بعد میں آیا کرتی ہے ابھی تو بات سمجھا لینا بھی شاید دشوار ہو۔ ’تاثرات‘ کی گرد کو صاف کرنا حد درجہ ناگزیر ہے۔

عوام میں اترنے سے پہلے توحید کے داعیوں کو خاصا ابتدائی کام Homework کرنا ہوگا جس میں منہج اہلسنت پر محنت سرفہرست ہے۔

اللہ تو کافر کی آہ بھی سنتا ھے

گذشتہ کچھ عرصے سے پوری دنیا میں اسلام دشمنوں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہاء کردی گئی ہے۔ کچھ ملکوں میں براہ راست مسلمانوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے اور کچھ ملکوں مثلا پاکستان وغیرہ میں کافروں کے ایجنٹ نہتے شہریوں، تعلیمی اداروں کے بچوں اور بے گناہ مسلمانوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں جب بچوں اور بے گناہوں کے تڑپتے لاشے آسمان سے ایسے عذاب کو کھینچ لائیں گے جو اسلام دشمنوں کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جائے گا۔ اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں، اللہ تو بے گناہ اور مظلوم کافروں کی آہوں اور سسکیوں پر بھی ظالم مسلمانوں سے ایسا انتقام لیتا ہے کی تاریخ اسے یاد رکھتی ہے۔ ہماری اسلامی تاریخ میں چنگیز خان اور ہلاکو خان کی مہموں کو بدترین ظلم وسربریت سے یاد کیا جاتا ہے لیکن اس کے پس منظر کو دیکھا جائے تو ایسی حیرت انگیز باتیں سامنے آتی ہیں کہ انسان حیران ہوجاتا ہے کہ اللہ کا قانون تمام ظالموں کے لئے ایک جیسا ہی ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔

چنگیز خان نے مغولستان کی جب بہت ساری چھوٹی چھوٹی ریاستیں ختم کر کے ایک ریاست قائم کرلی تو اس نے مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کے حکمران سلطان محمد خوارزم شاہ سے دوستی اور امن معاہدے کرلیے جائیں تاکہ آپس میں تجارت بھی کی جاسکے۔ چنانچہ چنگیز خان نے سلطان کو دوستی کا خط لکھا اور پھر دونوں مملکتوں میں تجارت بھی شروع ہوگئی۔ پھر ایک غدار سلطنت عباسیہ کے خلیفہ ناصرالدین عباسی نے چنگیز خان کو خط لکھا کہ آپ سلطان خوارزم شاہ پر حملہ کردو میں تمہارا ساتھ دوں گا، لیکن چنگیز خان نے کہا میں نے دوستی کرلی ہے میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ اس کے بعد چنگیز خان نے سلطان کو اظہار محبت سے بھرا ایک اور خط لکھ کر اپنا سفیر تاجروں کے قافلے کے ساتھ روانہ کیا، لیکن راستے میں سلطان کے نائب نے اس سفیر سمیت تمام تاجروں کو جاسوس قرار دے کر قتل کردیا اور تمام سامان بھی لوٹ لیا۔ اتنے بڑے واقع کے بعد بھی چنگیز خان مشتعل نہیں ہوا پھر ایک اور خط سلطان کو لکھا کہ تمہارے نائب نے بڑا ظلم کیا ہے بے گناہوں کو قتل کیا ہے، لہٰذا اسے سزا دو۔ لیکن بدقسمتی دیکھیے سلطان خوازم شاہ نے اس خط کو پڑھتے ہی خط لانے والے سفیر کو بھی قتل کردیا۔ اب کی بار بھی چنگیز خان مشتعل نہیں ہوا اور ایک تیسرا خط لکھا کہ بادشاہوں کے لائق نہیں کہ وہ

سفیروں کو قتل کریں ایسا کرنا آپ کے شایان شان نہیں۔ یہ خط جب سلطان خوارزم شاہ کو ملا تو اس نے پھر وہی حرکت کی یعنی خط لانے والے اس تیسرے سفیر کو بھی قتل کر دیا۔ چنانچہ اب مشیت الٰہی میں یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ کافروں کے ذریعہ فاسق مسلمانوں کو سزا ملنی چاہیے۔ چنگیز خان نے لشکر تیار کرنا شروع کیا۔

یہاں سوچنے کی بات ہے کہ مسلمان بادشاہ کیسی نالائقی کا مظاہرہ کرتا ہے اور کافر بادشاہ کن مجبوریوں میں حملہ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ چنانچہ چنگیز خان مغلوں کا لشکر عظیم لے کر ایران اور ممالک اسلامیہ کی طرف روانہ ہوا، اب سلطان خوارزم شاہ نے بجائے مقابلہ کرنے کے فوج کمانڈروں کے حوالے کر کے بھاگنا شروع کر دیا، چنگیز خان اس کا پیچھا کرتا رہا، سلطان کبھی سمرقند بھاگتا تو کبھی ہرات، کبھی بلخ تو کبھی ماوراء النہر۔ سلطان کی اس بزدلی کو دیکھ کر چنگیز خان اور دلیر ہو گیا۔ کئی ملکوں میں بھگاتے بھگاتے بالاخر اکثر شہر چنگیز خان نے اپنے قبضے میں لے لیے، اس کے بعد خراسان، سمرقند، بخارا، ہرات وغیرہ میں چنگیز خان نے اتنا خون بہایا کہ کسی نفس کو زندہ نہیں چھوڑا عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچوں کی گردنیں کاٹی گئیں، یہاں تک کہ چنگیز خان نے یہ حکم بھی دیا کہ شہر کے پرندوں کو بھی قتل کر دو کوئی نفس زندہ نہیں ہونا چاہیے اور پھر ایسا ہی کیا گیا کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ چنگیز خان کی اتنی دہشت تھی کہ ان کی کوئی عورت کسی گلی میں داخل ہوتی وہاں اگر سو مسلمان کھڑے ہوتے تو وہ ان کو کہتی ابھی یہی رکو میں تلوار لے کر آتی ہوں اور تمہیں قتل کرتی ہوں، چنانچہ وہ جا کر تلوار لاتی اور ایک ایک مسلمان کو ذبح کرتی لیکن کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، مقابلہ کرتے تو بھی کیسے کرتے، یہ تو اللہ کا عذاب تھا، اللہ کے عذاب کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

دنیائے اسلام کا عظیم حادثہ بغداد کی تباہی تھا جو چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کے ہاتھوں ہوا۔ یہاں بھی مسلمانوں کے بادشاہ کی نالائقی اس سانحے کی وجہ بنی، بادشاہ کے وزیر علقمی نے خود ہلاکو خان کو حملے کی دعوت دی، ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کر کے ایک کروڑ چھ لاکھ انسانوں کو ذبح کیا، دریائے دجلہ کا پانی خون سے سرخ ہو کر بہہ رہا تھا، عورتیں سر پر قرآن رکھ کر پناہ مانگ رہی تھیں لیکن تاتاریوں نے کسی کو نہیں بخشا، وہ منظر دہرایا گیا کہ کوئی نفس زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ چاہے بچہ ہے یا بوڑھا سب کو قتل کر دو، ایک دن کے بچے کو بھی ذبح کر دو۔ ہلاکو خان نے بادشاہ مستعصم کو زندہ گرفتار کر لیا۔ کئی دن تک خونریز جاری رہی، کیا سردار اور کیا علماء سب کو لائنوں میں کھڑا کر کے باری باری ذبح کیا گیا۔ خلیفہ نے لاکھوں لوگوں کو اپنی آنکھو سے ذبح ہوتے دیکھا، جب سب انسان ختم ہو گئے پھر ہلاکو خان شاہی محل میں داخل ہوا، خلیفہ کو طلب کیا اور کہا ہم تمہارے مہمان ہیں کوئی ضیافت کرو۔ خلیفہ اتنا کانپ رہا تھا کہ خزانے

کے تالے نہیں کھول سکتا تھا، تالے توڑ کر خزانہ نکالا گیا، پھر ہلاکو خان نے وہ خزانہ اپنے فوج میں تقسیم کر دیا اور کہا یہ خزانہ تو ویسے بھی ہمارا تھا اب وہ خزانہ جو تم نے زمین میں دفن کیا ہوا ہے وہ بھی نکالو، خلیفہ نے اس کا پتا بتایا تو زمین کے اندر سے سونے جواہرات کے بڑے بڑے حوض نکلے۔ پھر خلیفہ کو ایک کمرے میں بند کر دیا گیا، خلیفہ نے کہا مجھے بھوک لگی ہے، ہلاکو خان نے حکم دیا ایک پلیٹ میں سونے کے جواہرات اور اشرفیاں اس کو کھانے کے لئے دی جائیں۔ خلیفہ نے کہا یہ میں کیسے کھاؤں، ہلاکو خان نے کہا جس چیز کو تم کھا نہیں سکتے اسے اتنا سنبھال کر کیوں رکھا تھا، اگر اپنی عوام اور سپاہیوں پر خرچ کرتے تو وہ آج تمہاری طرف سے مقابلہ بھی کرتے۔ بالاخر خلیفہ کو ایک بوری میں بند کر کے لاتیں اور مکے مار مار کر ختم کر دیا گیا۔

دراصل باپ کے بعد بیٹا حکمران اور پھر پوتا حکمران کی ایسی روش چل نکلی تھی کہ یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ خاندان عباسیہ کے علاوہ کوئی شخص خلیفہ بن ہی نہیں سکتا۔ اس خطرناک اور نازک ترین حالت کی اصلاح آخر اللہ تعالیٰ نے خود ہی کی کیونکہ مسلمانوں کی حالت انتہائی پستی کو پہنچ چکی تھی۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان غیر متمدن، جاہل، اور وحشی لوگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو فاجر مسلمانوں کا سزا دہندہ بنا کر نازل کر دیا۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی خونریزیاں درحقیقت ایک ڈاکٹر سرجن کی خون ریزی سے بہت مشابہ تھیں، جس طرح ایک سرجن گندے پھوڑے میں زخم لگا کر گندہ خون باہر نکالتا ہے اسی طرح چنگیز خان مشیت الٰہی سے امت مسلمہ کے لئے سرجن بن کر آیا اور گندہ خون بہا کر صاف کر دیا۔ پھر یہی لوگ بعد میں اسلام قبول کر کے نہ صرف مسلمان ہو گئے بلکہ بڑے بڑے فاتح بنے، چنانچہ قرآن میں اللہ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا کہ اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لا کر کھڑا کر دے گا اور پھر اپنے دین کا کام ان سے لے گا۔

آسان

تجوید

اردو، انگلش

علم تجوید کا سیکھنا مسلمان پر واجب ہے، تجوید کی اسی اہمیت کے پیش نظر نہایت ہی آسان الفاظ میں تجوید کے قواعد کو ''اردو، انگلش'' الفاظ اور رنگین تصاویر کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔

مرتب
سید عبدالوہاب شیرازی

ادارۃ الصدیق

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تجوید کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے،

تجوید کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کتابچے میں ''قواعد تجوید'' کو نہایت ہی آسان الفاظ میں سمجھایا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ دور میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں انگلش اصطلاحات کو سمجھنے والوں کی اکثریت ہے اسی لئے کتاب میں اردو کے ساتھ ساتھ انگلش لینگویج میں اصطلاحات کو سمجھانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

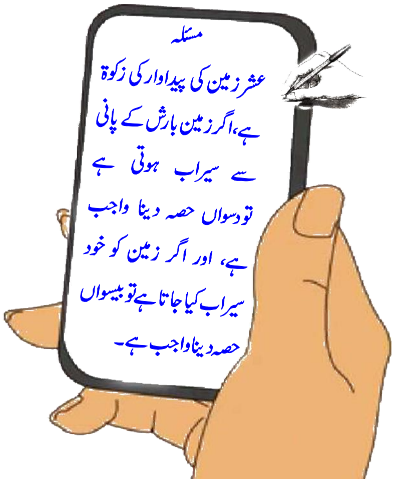

مسئلہ

عشر زمین کی پیداوار کی زکوۃ ہے، اگر زمین بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہے تو دسواں حصہ دینا واجب ہے، اور اگر زمین کو خود سیراب کیا جاتا ہے تو بیسواں حصہ دینا واجب ہے۔

اپنے موبائل پر بالکل مفت دینی، فقہی مسائل حاصل کرنے کے لئے ابھی رائٹ میسج میں لکھیں:

FOLLOW NUKTA313

اور سینڈ کر دیں **9900** پر۔

پھر **MUTE OFF** لکھیں اور **9900** پر سینڈ کر دیں۔ اگر نام پوچھا جائے تو اپنا نام لکھ کر **9900** پر سینڈ کر دیں۔ پہلی بار صرف **0.61** پیسہ چارجز ہیں، پھر ہمیشہ فری فقہی مسائل ملیں گے۔

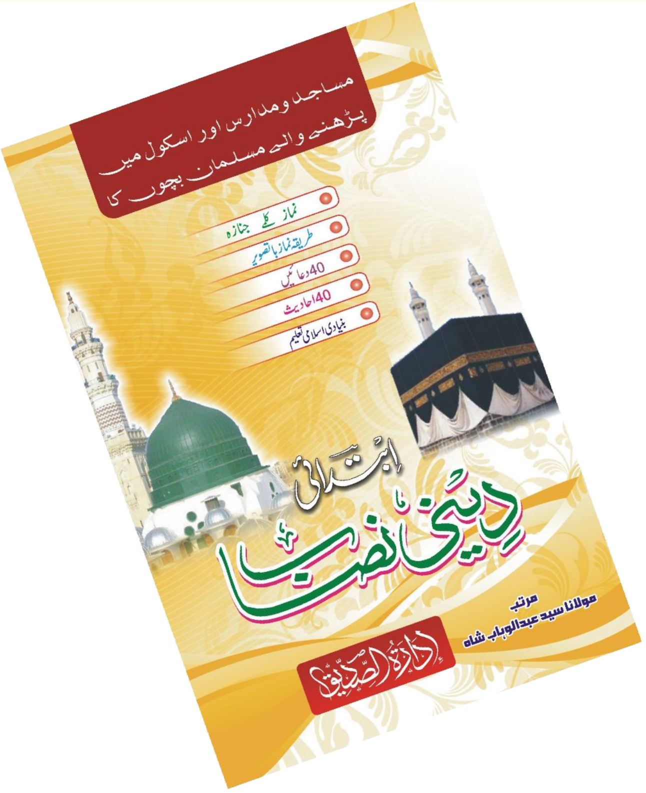
مساجد و مدارس اور اسکول میں
پڑھنے والے مسلمان بچوں کا
نماز کلمے جنازہ
طریقہ نماز با تصویر
40 دعائیں
40 احادیث
بنیادی اسلامی تعلیم
ابتدائی
دینی نصاب
مرتب
مولانا سید عبدالوہاب شاہ
ادارۃ الصدیق

مساجد و مدارس اور اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے ایک خاص ترتیب پر تیار کیا جانے والا ایک بہترین دینی نصاب، جس میں ہر سبق کے ساتھ حاضری کی سہولت، طریقہ وضو اور نماز 4 کلر تصاویر کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔ نماز، کلمے، جنازہ، چالیس دعائیں، چالیس احادیث اور دیگر بنیادی اسلامی معلومات، ایک سال کے لئے نمازوں کی حاضری کا کیلنڈر۔ رنگین صفحات، دیدہ زیب ٹائٹل۔ ملک بھر کے کئی دینی اداروں اور اسکولوں کے نصاب میں باقاعدہ شامل ایک بہترین کتاب۔

شائع کر کے مفت تقسیم کریں
آن لائن پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے
www.urdubookdownload.wordpress.com

من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة
جس نے کسی وارث کے حصہ میراث کو روکا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت سے اس کے حصے کو روکیں گے

تقسیم میراث
کی اہمیت وفضیلت

تحریر
سید عبدالوہاب شاہ

مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ”میں نے بصیرت کی بناء پر تجربہ کیا ہے کہ لوگوں کی دین سے دوری میں اسی 80 فیصد حرام مال کھانے کا عمل دخل ہے، اور دس فیصد اس سے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہیں اور دس فیصد اس سے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتے۔ حرام مال کھانے کے بے شمار ذرائع ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار ایسے بندے ہیں جو ان ذرائع سے بچتے ہیں مگر شرعی تقسیم میراث ایک ایسا فریضہ ہے جس میں کوتاہی کے مرتکب بڑے بڑے دیندار لوگ بھی ہیں۔

تقسیم میراث کی اہمیت جاننے کے لئے چند صفحات پر مشتمل اس کتابچے کا خود بھی مطالعہ کریں اور زیادہ سے زیادہ شائع کر کے دوسروں تک پہنچائیں۔